501

सत्यमेव जयते

Azadi Ke Trane

آزادی کے ترانے

(برطانوی حکومت کے ضبط شدہ ادبیات سے)

مرتب:-

ڈاکٹر راجیش کمار پرتی

نیشنل آرکائیوز۔ نئی دہلی

With best compliments:

[signature]

(Sukumar Sarkar)

National Archives of India

آزادی کے ترانے

(برطانوی حکومت کے ضبط شدہ ادبیات سے)

مرتب:-

ڈاکٹر راجیش کمار پرتی

نیشنل آرکائیوز - نئی دہلی

AZADI KE TARANE

سنہ اشاعت :- مارچ ۱۹۸۶ء — شک :- ۱۹۰۷
© نیشنل آرکائیوز آف انڈیا۔ جن پتھ۔ نئی دہلی
پہلا اڈیشن :- ایک ہزار
کاتب :- وکیل الرحمٰن ملک
طابع :- سُپر پرنٹرز ساؤتھ انارکلی، دہلی
ناشر :- نیشنل آرکائیوز آف انڈیا۔ جن پتھ۔ نئی دہلی

فہرست

نمبر شمار	تصنیف	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ	۱۸۵۷ء	۱۳
۲	مولوی محمد حسین آزادؔ	حُبِّ وطن	۱۴
۳	خواجہ الطاف حسین حالیؔ	انگلستان کی آزادی اور . . .	۱۶
۴	مولانا شبلیؔ نعمانی	نظم	۱۷
۵	علامہ تاجورؔ نجیب آبادی	ایک طرحی غزل کے منتخب اشعار	۱۹
۶	ڈاکٹر محمد اقبالؔ	ترانۂ ہندی	۲۰
۷	صفیؔ لکھنوی	اُتنا ہی وہ اُبھریں گے . . .	۲۱
۸	پنڈت برج نرائن چکبستؔ	جوشِ جوانی	۲۲
۹	” ” ”	ہمارا وطن دل سے پیارا وطن	۲۴
۱۰	مولانا سیّد فضل الحسن حسرتؔ موہانی	نجاتِ ہند	۲۵
۱۱	مولانا ظفرؔ علی خاں	ہندوستان	۲۶
۱۲	” ” ”	فانوسِ ہند کا شعلہ	۲۷
۱۳	” ” ”	تخت یا تختہ	۲۸

۱۴- اکبر الہ آبادی	برٹش راج	۳۰
۱۵- مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی	آزادی غنیمت ہے	۳۲
۱۶- شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی	ایسٹ انڈیا کمپنی . . .	۳۳
۱۷- ” ” ”	شکستِ زنداں کا خواب	۳۸
۱۸- مخدوم محی الدین	آزادیٔ وطن۔ کہو ہندوستان کی جے	۴۰
۱۹- جمیل مظہری	نالۂ جرس	۴۲
۲۰- حکیم محمد مصطفیٰ خاں مدّاح	ہمارا دیس	۴۶
۲۱- درگا سہائے سرور جہاں آبادی	گلزارِ وطن	۴۷
۲۲- فیض احمد فیض	تسلّی	۴۹
۲۳- الطاف مشہدی	ماں کی دعا	۵۱
۲۴- اسرار الحق مجاز	بدیشی مہمان سے	۵۲
۲۵- علی سردار جعفری	آگے بڑھیں گے	۵۴
۲۶- اختر شیرانی	اسیرانِ وطن کی یادیں	۵۷
۲۷- ” ”	لوری	۵۹
۲۸- جاں نثار اختر	میں اُن کے گیت گاتا ہوں	۶۲
۲۹- معین احسن جذبی	دعوتِ جنگ	۶۴
۳۰- تلوک چند محروم	وطن کے لیے پیغام	۶۸
۳۱- سلام مچھلی شہری	مجبوریاں	۶۹
۳۲- ساغر نظامی	عہد	۷۰
۳۳- شمیم کرہانی	جوان جذبے	۷۲
۳۴- روش صدیقی	بیداریٔ مشرق	۷۳

۳۵-	افسر میرٹھی	وطن کا راگ	۷۷
۳۶-	رضی عظیم آبادی	نوجوانوں کی دنیا	۷۹
۳۷-	رام پرشاد بسمل	سرفروشی کی تمنا اب . . .	۸۱
۳۸-	〃 〃	وہ چپ رہنے کو کہتے ہیں...	۸۲
۳۹-	〃 〃	دوُر تک یادِ وطن . . .	۸۴
۴۰-	〃 〃	امیّد کی جھلک	۸۶
۴۱-	〃 〃	وطن کے واسطے جینا . . .	۸۷
۴۲-	اشفاق اللہ خان	شہیدِ کاکوری کی آخری نظم	۸۸
۴۳-	وقار انبالوی	ترانۂ جنگ	۹۰
۴۴-	عمر انصاری	ترانۂ آزادی	۹۲
۴۵-	نوبہار سنگھ صابر ٹوہانوی	پیامِ بیداری	۹۳
۴۶-	〃 〃	آثارِ آزادی	۹۶
۴۷-	کنہیا لال ثاقب	شہابِ ثاقب	۹۸
۴۸-	جان پل	نوحۂ وطن	۹۹
۴۹-	للتا پرشاد اختر سہارنپوری	غزل	۱۰۰
۵۰-	عثمان حامد	وطن قید سے اب چھڑانا پڑے گا	۱۰۲
۵۱-	منوہر سہائے انور	اتحاد	۱۰۴
۵۲-	ڈلڑباوا صاحب بہادر	ایک طرحی غزل کے منتخب اشعار	۱۰۵
۵۳-	کنور ہری سنگھ جبری	کہیں پیچھے نہ ہٹنا . . .	۱۰۶
۵۴-	علی حسین شاہ علی	شامِ غربت	۱۰۸
۵۵-	کشن چند زیبا	غزل	۱۰۹

۵۶ - انعام اللہ خاں ناصر حسن پوری	قربان گاہِ آزادی	۱۱۰
۵۷ - پنڈت دتّہ پرشاد فدا	ندائے وقت	۱۱۱
۵۸ - ساغر اکبر آبادی	راوی کی ہوائیں	۱۱۳
۵۹ - شِولال بسمل	انقلاب! انقلاب!!	۱۱۴
۶۰ - اظہر حسن زاہدی	غلامی کا طوق اُتار پھینکو	۱۱۶
۶۱ - اظہر امرتسری	شہادت کی تمنّائیں	۱۱۷
۶۲ - سیّد مقبول حسین	اے حُرّیت کی دیوی! . . .	۱۱۸
۶۳ - رام سروپ چمن لکھنوی	جیل بھارت باسیوں کو . . .	۱۲۰
۶۴ - فیروز الدین منصور	موت بہتر ہے اگر . . .	۱۲۱
۶۵ - لالہ شگن چند درشن	ہندوستانیوں کا گیت	۱۲۲
۶۶ - مہاراج بہادر برق	جنّت سے بھی عزیز . . .	۱۲۴
۶۷ - سیوک رام باصر	جذباتِ باصر	۱۲۶
۶۸ - اے۔ ایچ۔ ساحر	شعلہ نوائی	۱۲۷
۶۹ - محمّد ابراہیم ابرار دہلوی	کانپور کا خونی منظر	۱۲۸
۷۰ - شوخ دہلوی	مظلوم کی آہ	۱۳۰
۷۱ - ماہر	ہندوستانی آزاد جماعت	۱۳۲
۷۲ - ماہر	ہے لازم ہند کو آزاد کرنا	۱۳۴
۷۳ - مسافر	ہندیوں کو سندیش	۱۳۵
۷۴ - رام داس	اے خفتہ بخت ہندی . . .	۱۳۶
۷۵ - انور	ہندوستان	۱۳۸
۷۶ - آغا	اوتار ے چکے ہیں . . .	۱۳۹

۷۷ - مجنندی	خون کا اثر	۱۴۰
۷۸ - کامریڈ بھارتی شوق	کٹیں گی مادرِ بھارت کی . . .	۱۴۱
۷۹ - نیّر	غزل	۱۴۳
۸۰ - خورشید	غزل	۱۴۴
۸۱ - فلک	غزل	۱۴۵
۸۲ - روشن خیال	فرنگی کا آج اور کل	۱۴۶
۸۳ - قانون شکن	نوجوانوں سے خطاب	۱۴۸
۸۴ - مرزا دبنگ	انقلاب! انقلاب!! انقلاب!!!	۱۵۰
۸۵ - نامعلوم	سرخ مچھلی بن کے . . .	۱۵۱
۸۶ - نامعلوم	مقدمہ سازش لاہور . . .	۱۵۲
۸۷ - نامعلوم	ترانۂ فلک	۱۵۳
۸۸ - نامعلوم	چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے	۱۵۴
۸۹ - نامعلوم	ہندوستانی بچّوں کا گیت	۱۵۶
۹۰ - نامعلوم	اے فرنگی	۱۵۷
۹۱ - نامعلوم	ہو گئے ہیں اپنے گھر میں . . .	۱۵۸
۹۲ - نامعلوم	وطن کے واسطے ہم . . .	۱۵۹
۹۳ - نامعلوم	اچھّے دن آنے والے ہیں	۱۶۰
۹۴ تا ۱۰۰ - نامعلوم	دیگر غزلیات	۱۶۱ تا ۱۶۸

پیش لفظ

ادب قوموں کے انداز فکر کا عکّاس ہوتا ہے۔ خاص طور سے عوامی ادب یا وہ ادب جو لوک گیت سے قریب تر ہو جائے۔ اور زبان اس اظہار کا وسیلہ ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال میں کہ جب وہ ادب عوامی ہو تو زبان رسوم و رواج، اپنے مخصوص تہذیبی اور لسانی مزاج، مذہب اور عقیدوں کی تمام حد بندیوں کو توڑ دیتی ہے۔ اس لیے کہ اس پر عوامی احساسات اور وقت کی ضروریات کا عنصر حاوی ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ یہ بہت بڑا ادبی سرمایہ ثابت ہو۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں اعلیٰ ادب کی صفات بہت کم ہوں، لیکن اس کے پس منظر میں جو عوام کے جذبات کا اظہار ہے اس کے عناصر اس قدر موثر اور مضبوط ہوتے ہیں کہ یہی اس کا جواز بن جاتے ہیں۔

زیرِ نظر انتخاب جدّوجہد آزادی کے اسی روشن پہلو کی ایک مختصر دستاویز ہے۔ جہاں نہ مذہب کے اختلافات تھے نہ لباس اور انداز فکر کے امتیازات اور نہ ہی کوئی لسانی تعصّب اور علاقائی تنگ نظری تھی۔ ایک آگ تھی جو سینوں میں روشن تھی، اک ارادہ تھا جو چٹانوں سے زیادہ مضبوط تھا اور ایک مقصد تھا جس نے سب کو متّحد کر دیا تھا۔

یہ مجموعہ ہندوستان کے تصوّر آزادی اور جدّوجہد آزادی کا ایک تدریجی ارتقاء بھی پیش کرتا ہے جو سیاسی اور سماجی دونوں حیثیتوں سے بہت اہم ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر کہا کہ ادب قوموں کے انداز فکر کا عکّاس ہوتا ہے، ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور مختلف زبانوں میں موجود ہندوستانی ادب اس بات کی بہت روشن مثالیں ہیں۔ جس وقت غالب نے ۱۸۵۷ء کے المیہ سے متاثر ہوکر غزل لکھی تو اُن کے سامنے انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونے کا کوئی تصوّر نہ تھا بلکہ اُن کے مظالم، ستم رانیوں اور بے انصافیوں کے خلاف ایک رنج و غم کا اظہار تھا۔ لیکن محمّد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی تک آتے آتے قوم اور مُلک کے مسائل، سیاسی اور سماجی تحریکات کا خیال پیدا ہو چکا تھا۔ اسمٰعیل میرٹھی اور سرور جہان آبادی سے باقاعدہ آزادی اور اس کے لیے آرام و آسائش کی قربانی کا تصوّر، آزادی کی برکتوں کا اظہار اور غلامی کی لعنت کے خلاف ایک واضح احتجاج کی شکل بننے لگتی ہے۔ حالانکہ اس دور میں بھی حبِّ وطن اور آزادی کا بہت ابتدائی اور اجمالی ہی تصوّر ملتا ہے لیکن جیسے ہی سیاسی سطح پر مُلک میں اس جدوجہد کے نقوش ابھرنے لگے اقبال اور چکبست کی شاعری میں بھی آزادی، قومیت، حُبِّ وطن کے اثرات واضح ہوتے لگے، شاعرِ انقلاب جوش تک آتے آتے جہاں ملک میں "ہندوستان چھوڑو" کے الفاظ گونجے وہیں ادیبوں اور شاعروں کو بھی زبان مِل گئی، اس کے بعد تو نوجوان شاعروں کا ایک سجا سجایا کارواں سامنے آیا جس میں مجاز، مخدوم، سردار جعفری، فیض، الطاف مشہدی جیسے نامور شعراء بھی تھے اور قانون شکن، مرزا دبنگ اور روشن خیال جیسے گمنام بھی۔

خون دل میں ڈوبی ہوئی انگلیوں کی ان تحریروں سے برطانوی حکومت بہت زیادہ سراسیمہ تھی۔ اس کی یہی کوشش تھی کہ عوام تک پہنچنے سے پہلے ہی ان تحریروں کو ضبط کر لیا جائے۔ برطانوی حکومت اپنے مقصد میں کبھی مکمّل طور سے کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر بھی اس نے ہندوستان کی آئندہ نسل کے لیے ان گرانقدر

ادبیات کا سرمایہ مہیّا کر دیا۔ آج نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں مختلف زبانوں اور علاقوں میں لکھے گئے ایسے ادبیات کا بیش بہا خزانہ محفوظ ہے، جن کی تفصیلی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں اور ضبط شدہ ادبیات میں سے ہندی زبان میں مطبوعہ نظموں کا ایک انتخاب "دیش بھگتی کے گیت" اس محکمہ نے پچھلے سال شائع بھی کیا ہے۔ اب یہ اس سلسلہ کی دوسری پیش کش ہے۔

ہزاروں کی تعداد میں محفوظ اردو میں مطبوعہ نظموں، غزلوں اور گیتوں میں سے ایک مختصر سی تعداد کا انتخاب خاصا مشکل کام تھا لہٰذا انتخاب کے لیے تخلیق کی ادبی قدر و قیمت اور موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ شاعر کے مقام و مرتبہ اور اس کی عوامی مقبولیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہ انتخاب محض ان ضبط شدہ ادبیات کا ہے جو نیشنل آرکائیوز میں محفوظ ہیں، یقیناً اس کے علاوہ بہت سی ایسی تخلیقات اس موضوع پر ہیں جنھیں اُس وقت عوامی مقبولیت حاصل تھی۔ بہت سے انقلابی شاعر تھے جو آزادی کی جد و جہد میں سر بہ کفن تھے اور بہت سی ایسی اعلیٰ پائے کی تخلیقات اس موضوع پر ہیں جو شاعر کے فکر و فن کی نمائندگی کرتی ہیں۔ لیکن ہمارا دائرہ عمل چونکہ برطانوی حکومت کے صرف اُس ضبط شدہ ادبی سرمایہ تک محدود ہے جو خرد برد زمانہ سے بچ کر آج قومی حکومت کی امانت کے طور پر ہمارے پاس محفوظ ہے، اس لیے ہمارا یہ انتخاب اُس بڑے ادبی سرمایہ کا ایک مختصر حصّہ ہی ہے۔

اس انتخاب کی اشاعت کے پس پشت جہاں یہ تصوّر کارفرما ہے کہ ایسے ادبیات اقوام کا قابل فخر سرمایہ ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر قوموں کی فتح و شکست کی داستان ترتیب دی جاتی ہے وہیں یہ خواہش بھی مضمر ہے کہ جو

لسانی، قومی اور مذہبی اتّحاد جدّو جہد آزادی کے دوران سامنے آیا تھا اسی اتّحاد کے راستہ پر ہم پھر سے چل سکیں اور قوم کے نوجوان معمار ایک نئی سماجی اور معاشی آزادی کی لڑائی میں ہم آواز ہو کر جدید ہندوستان کی تعمیر کر سکیں۔

اس مجموعہ کے انتخاب، ترتیب اور اشاعت کے سلسلہ میں خاص طور سے جناب حفظ الکبیر، اسسٹنٹ آرکیوسٹ، جناب سید محمد رضا باقر، اسسٹنٹ ڈائرکٹر آرکائیوز اور جناب کشن لال اروڑا، ڈپٹی ڈائرکٹر آرکائیوز نے جو تعاون دیا ہے، اس کے لیے میں ان حضرات کا ممنون و متشکّر ہوں۔

راجیش کمار پرتی
ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، نئی دہلی

سنہ ۱۸۵۷ء

بسکہ فعّال ما یُرید ہے آج ہر سلح شور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہر دہلی کا ذرّہ ذرّہ خاک تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک آدمی واں نہ جا سکے یاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ سوزشِ داغ ہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے غالبؔ
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر حلقۂ ادب، لکھنؤ سنہ ۱۹۴۷ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

حُبِّ وطن

اے آفتاب حُبِّ وطن تو کدھر ہے آج
تو ہے کدھر کہ کچھ نہیں آتا نظر ہے آج
تجھ بن جہاں ہے آنکھوں میں اندھیر ہو رہا
اور انتظامِ دل زبر و زیر ہو رہا
تجھ بن سب اہلِ درد ہیں دل مردہ ہو رہے
اور دل کے شوق سینوں میں افسردہ ہو رہے
ٹھنڈے ہیں کیوں دلوں میں ترے جوش ہو گئے
کیوں سب ترے چراغ ہیں خاموش ہو گئے
حُبِّ وطن کی جنس کا ہے قحط سال کیوں
حیراں ہوں آج کل ہے پڑا اس کا کال کیوں
کچھ ہو گیا زمانے کا اُلٹا چلن یہاں
حُبّ الوطن کے بدلے ہے بغض الوطن یہاں
بن تیرے ملکِ ہند کے گھر بے چراغ ہیں
جلتے عوض چراغوں کے سینوں میں داغ ہیں
کب تک شبِ سیاہ میں عالم تباہ ہو
اے آفتاب اِدھر بھی کرم کی نگاہ ہو

اُلفت سے گرم سب کے دل سرد ہوں بہم
اور جو کہ ہم وطن ہوں وہ ہمدرد ہوں بہم
تا ہو وطن میں اپنے زر و مال کا وفور
اور مملکت میں دولت و اقبال کا وفور
علم و ہنر سے خلق کو رونق دیا کریں
اور انجمن میں بیٹھ کے جلسے کیا کریں
لبریزِ جوشِ حُبِّ وطن سب کے جام ہوں
سرشارِ ذوق و شوق دلِ خاص و عام ہوں

مولوی محمد حسین آزاد

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی

کہتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے جب لیتا ہے سانس
یاں غلام آکر۔ کرامت ہے یہ انگلستان کی
اس کی سرحد میں غلاموں نے جو ہے رکھا قدم
اور کٹ کر پاؤں سے ایک اک کے بیڑی گر پڑی
قلبِ ماہیت میں انگلستان ہے گر کیمیا
کم نہیں کچھ قلبِ ماہیت میں ہندوستان بھی
آن کر آزاد یاں آزاد رہ سکتا نہیں
وہ رہے ہو کر غلام۔ اس کی ہوا جن کو لگی

خواجہ الطاف حسین حالی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ سنہ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

نظم

کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے استادو!
یہ ظلم آرائیاں تا کے یہ حشر انگیزیاں کب تک
یہ جوش انگیز یئے طوفانِ بیداد و بلا تا کے؟
یہ لطف اندوزیئے ہنگامۂ آہ وفغاں کب تک
یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہو گا اس کا امتحاں کب تک
نگارستانِ خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخم ہائے خوں چکاں کب تک
یہ مانا گرمئ محفل کے ساماں چاہئیں تم کو
دکھائیں ہم تمھیں ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک
یہ مانا قصۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے
سنائیں تم کو اپنے دردِ دل کی داستاں کب تک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کھیتیاں کب تک
عروسِ بخت کی خاطر تمھیں درکار ہے افشاں
ہمارے ذرّہ ہائے خاک ہوں گے زر فشاں کب تک

مولانا شبلی نعمانی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن ۔ ناشر، حلقۂ ادب لکھنؤ ۱۹۴۷ء

ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

ایک طرحی غزل کے منتخب اشعار

بم پر خ ہے اپنی شاہِ رعیت پناہ سے
اتنی سی بات پر کہ "ادھر کل اِدھر ہے آج"
اُن کی طرف سے دار و رسن ہے اِدھر سے بم
بھارت میں یہ کشاکشِ باہمد گر ہے آج
اس ملک میں نہیں کوئی رہرو مگر ہر ایک
رہزن بشانِ راہبری راہبر ہے آج
اُن کی اُدھر جبینِ حکومت پہ ہے شکن
انجام سے نڈر جسے دیکھو اِدھر ہے آج

علاّمہ تاجور نجیب آبادی

ماخوذ از (پولٹیکل طرحی مشاعرہ) روزنامہ ویر بھارت، لاہور، ۲ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۹۷

ترانۂ ہندی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
اقبالؔ کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

ڈاکٹر محمد اقبال

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ سنہ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

اُتنا ہی وہ ابھریں گے جتنا کہ دبا دیں گے

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دیں گے
مشرق کا ہر اک کر مغرب سے ملا دیں گے

ہم سینۂ ہستی میں انگارہ ہیں انگارہ
شعلے بھڑک اٹھیں گے جھونکے جو ہوا دیں گے

مزدور ہوں دہقاں ہوں ہندو ہوں مسلماں ہوں
سب ایک تو ہو جاؤ پھر ان کو دکھا دیں گے

ہم کون ہیں ہم کیا ہیں ہم کچھ بھی نہیں لیکن
وقت آنے دو وقت آنے پر پھر ان کو دکھا دیں گے

مزدور کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

مزدور کے نالوں سے آتش بھڑک اٹھے گی
چلتے ہوئے پانی میں ہم آگ لگا دیں گے

تاریکئ غفلت میں ہیں جو کہ پڑے سوتے
یہ نظم صفی پڑھ کر ہم اُن کو جگا دیں گے

صفی (لکھنوی)

ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی، امرتسر، جنوری ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۳۲۶

جوشِ جوانی

حکم حاکم کا ہے فریاد زبانی رُک جائے
دل کی بہتی ہوئی گنگا کی روانی رُک جائے
قوم کہتی ہے ہوا بند ہو پانی رُک جائے
پر یہ ممکن نہیں اب جوشِ جوانی رُک جائے

ہوں خبردار جنھوں نے یہ اذیت دی ہے
کچھ تماشا یہ نہیں قوم نے کروٹ لی ہے

ہو چکی قوم کے ماتم میں بہت سینہ زنی
اب ہو اس رنگ کا سنیاس، ہے یہ دل میں ٹھنی
مادرِ ہند کی تصویر ہو سینے پہ بنی
بیڑیاں پیر میں ہوں اور گلے میں کفنی

ہو یہ صورت سے عیاں، عاشقِ آزادی ہیں
قفل ہے جن کی زباں پر یہ وہ فریادی ہیں

آج سے شوقِ وفا کا یہی جوہر ہو گا
فرش کانٹوں کا ہمیں پھولوں کا بستر ہو گا
پھول ہو جائے گا چھاتی پہ جو پتھر ہو گا
قید خانہ جسے کہتے ہیں وہی گھر ہو گا

سنتری دیکھ کے اس جوش کو شرمائیں گے
گیت زنجیر کی جھنکار پہ ہم گائیں گے

جس میں سودائے محبّت تھا وہ سر باقی ہے
رات اندھیری ہے مگر یادِ سحر باقی ہے
دل کے ہر زخم میں فریاد کا ڈر باقی ہے
قومِ بیدار کے سینے میں جگر باقی ہے

دل دہلتے نہیں زنداں میں گرفتاروں کے
بیڑیاں ڈھونڈتے ہیں پاؤں وفاداروں کے

چکبست، پنڈت برج نرائن

ماخوذ از ہفتہ وار پیامِ جنگ، لاہور، ۲۶ فروری ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۵۸۸

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن　　محبّت کی آنکھوں کا تارا وطن
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
وہ اس کے درختوں کی تیّاریاں　　وہ پھل پھول پودے وہ پھلواریاں
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
ہوائیں درختوں کا وہ جھومنا　　وہ پتّوں کا پھولوں کا مُنھ چومنا
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار　　وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوہار
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل کے مور　　وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
اسی سے ہے اِس زندگی کی بہار　　وطن کی محبّت ہو یا ماں کا پیار
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

چکبست، پنڈت برج نرائن
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

نجاتِ ہند

اے کہ نجاتِ ہند کی دل سے ہے تجھ کو آرزو
ہمّتِ سر بلند سے یاس کا انسداد کر
قول کو زید و عمرو کے حد سے سوا اہم نہ جان
روشنیٔ ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر
حق سے بہ عذر مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اس کو نہ پیشوا سمجھ۔ اُس پہ نہ اعتماد کر
خدمتِ اہل جَور کو کر نہ قبول زینہار
فنّ و ہنر کے زور سے عیش کو خانہ زاد کر
غیر کی جدّ و جہد پر تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوششِ ذاتِ خاص پر ناز کر، اعتماد کر

مولانا سیّد فضل الحسن حسرت موہانی
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"۔ مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

ہندوستان

ناقوس سے غرض ہے نہ مطلب اذاں سے ہے
مجھ کو اگر ہے عشق تو ہندوستاں سے ہے
تہذیبِ ہند کا نہیں چشمہ اگر ازل
یہ موجِ رنگ رنگ پھر آئی کہاں سے ہے
ذرّے میں گر تڑپ ہے تو اس خاکِ پاک سے
سورج میں روشنی ہے تو اس آسماں سے ہے
ہے اس کے دم سے گرمئ ہنگامۂ جہاں
مغرب کی ساری رونق اسی اک دکاں سے ہے

مولانا ظفر علی خاں
ماخوذ از " آزادی کی نظمیں " مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

فانوسِ ہند کا شعلہ

زندہ باش اے انقلاب! اے شعلۂ فانوسِ ہند
گرمیاں جس کی فروغِ منقلِ جاں ہو گئیں

بستیوں پر چھا رہی تھیں موت کی خاموشیاں
تو نے صور اپنا جو پھونکا محشرستاں ہو گئیں

جن بلاؤں سے گھرے رہتے تھے صبح و شام ہم
تیرے آتے ہی وہ انگریزوں کی دربان ہو گئیں

جتنی بوندیں تھیں شہیدانِ وطن کے خون کی
قصرِ آزادی کی آرائش کا ساماں ہو گئیں

مرحبا اے نو گرفتارانِ بیدادِ فرنگ
جن کی زنجیریں خروش افزائے زنداں ہو گئیں

زندگی اُن کی ہے دیں اُن کا ہے دنیا اُن کی ہے
جن کی جانیں قوم کی عزّت پہ قرباں ہو گئیں

مولانا ظفر علی خاں

ماخوذ از 'روزانہ ویر بھارت' لاہور، ۲ مارچ ۱۹۳۰ء (سنڈے ایڈیشن)

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۹۷

تخت یا تختہ

نکہتِ گل کے عوض دوشِ صبا پر اب کی بار
بوئے جاں گلشن میں لائی ہے بہارِ انقلاب
جھومتے آتے ہیں محفل میں وہ رندِ لم یزل
جن کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے خمارِ انقلاب
وضعِ عالم میں تغیّر کے ہویدا ہیں نشاں
جوش میں ہے جذبۂ بے اختیارِ انقلاب
پھوٹنے والی ہے آزادی کے سورج کی کرن
اُٹھ رہا ہے پردۂ شب ہائے تارِ انقلاب
خیرہ ہو جانے کو ہے بینائی استبداد کی
سر پہ آ چمکی ہے تیغِ آبدارِ انقلاب
الحذر اے خرمنِ بیدادِ مغرب الحذر
مجمرِ مشرق میں رقصاں ہے شرارِ انقلاب
ہند کے چاکِ گریباں کا ہے کیا اس میں قصور
پنجۂ یورپ ہے خود پروردگارِ انقلاب
سر بکف میداں میں آ پہنچے جوانانِ وطن
جن کی قربانی پہ ہے دار و مدارِ انقلاب

کھیلتے آئے ہیں نَل کے وقت سے ہندو جُوا
اُن کی یہ فطرت ہے اب رہن قمارِ انقلاب
گھر سے نکلے ہیں مسلماں بھی کفن باندھے ہوئے
نعرۂ تکبیر ہے مضرابِ تارِ انقلاب
ذرّہ ذرّہ رو کشِ خورشیدِ خاور ہو گیا
کیوں نہ ہو خاکِ وطن منّت گزارِ انقلاب
خاک میں مل جائے گا سرمایہ داری کا غرور
گر یہی ہے گردشِ لیل و نہارِ انقلاب
وقت آپہنچا کہ یا مر جاؤ یا آزاد ہو
"تخت یا تختہ" ہے حکمِ تاجدارِ انقلاب

مولانا ظفر علی خاں
ماخوذ از "دردِ وطن"، مرتّبہ کامریڈ عثمان حامد عبّاسی لیتھو آرٹ پریس کراچی
ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۶۳۳

برٹش راج

بہت ہی عمدہ ہے اے ہم نشین برٹش راج
کہ ہر طرح کے ضوابط بھی ہیں اُصول بھی ہے
جو چاہے کھول لے دروازۂ عدالت کو
کہ تیل پیچ میں ہے ڈھیلی اس کی چول بھی ہے
نگاہ کرتے ہیں حاکم بہت تعمق سے
تمھاری عرض میں گو کچھ زیادہ طول بھی ہے
جگہ بھی ملتی ہے کونسل میں آنریبل کی
جو التماس ہو عمدہ تو وہ قبول بھی ہے
طرح طرح کے بنا لو لباسِ رنگا رنگ
علاوہ روئی کے ریشم بھی اور وول بھی ہے
چمک دمک کی وہ چیزیں ہیں ہر طرف پھیلی
کہ آنکھ محو ہے خاطر اگر ملول بھی ہے
اندھیری رات میں جنگل میں ہے عیاں انجن
کہ جس کو دیکھ کے حیران چشمِ غول بھی ہے

شگفتہ پارک ہیں ہر طرف رہرووں کے لیے
نظر نواز ہے پتّی حسین پھول بھی ہے
جب اتنی نعمتیں موجود ہیں یہاں اکبرؔ
تو ہرج کیا ہے جو ساتھ اس کے ڈیم فول بھی ہے

اکبرؔ الٰہ آبادی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

آزادی غنیمت ہے

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ خوف و ذلّت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو
بھلی اُس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے

کس زباں سے کہہ رہے ہو آج تم سوداگرو ؟
" دہر میں انسانیت کے نام کو اونچا کرو "
"جس کو سب کہتے ہیں ہٹلر، بھیڑیا ہے بھیڑیا "
" بھیڑیے کو مار دو گولی پئے امن وبقا "
" باغِ انسانی میں چلنے ہی پہ ہے بادِ خزاں "
" آدمیت لے رہی ہے ہچکیوں پر ہچکیاں "
" ہات ہے ہٹلر کا رخشِ خودسری کی باگ پر "
" تیغ کا پانی چھڑک دو جرمنی کی آگ پر "

سخت حیراں ہوں کہ محفل میں تمھاری اور یہ ذکر
نوعِ انسانی کے مستقبل کی اب کرتے ہو فکر
جب یہاں آئے تھے تم سوداگری کے واسطے
نوعِ انسانی کے مستقبل سے کیا واقف نہ تھے ؟
ہندیوں کے جسم میں کیا روحِ آزادی نہ تھی؟
سچ بتاؤ کیا وہ انسانوں کی آبادی نہ تھی ؟

اپنے ظلمِ بے نہایت کا فسانہ یاد ہے؟
کمپنی کا پھر وہ دورِ مجرمانہ یاد ہے؟
لوٹتے پھرتے تھے جب تم کارواں در کارواں
سر برہنہ پھر رہی تھی دولتِ ہندوستاں
دست کاروں کے انگوٹھے کاٹتے پھرتے تھے تم
سرد لاشوں سے گڑھوں کو پاٹتے پھرتے تھے تم
صنعتِ ہندوستاں پر موت تھی چھائی ہوئی
موت بھی کیسی، تمھارے ہاتھ کی لائی ہوئی
اللہ اللہ کس قدر انصاف کے طالب ہو آج
میر جعفر کی قسم کیا دشمنِ حق تھا سراج
کیا اودھ کی بیگموں کا بھی ستانا یاد ہے؟
یاد ہے، جھانسی کی رانی کا زمانہ یاد ہے؟
ہجرتِ سلطانِ دہلی کا سماں بھی یاد ہے؟
شیر دل ٹیپو کی خونیں داستاں بھی یاد ہے؟
تیسرے فاقے میں اک گرتے ہوئے کو تھامنے؟
کس کے تم لائے تھے سر شاہِ ظفر کے سامنے؟
یاد تو ہوگی وہ مٹیا برج کی بھی داستاں؟
اب بھی جس کی خاک سے اٹھتا ہے رہ رہ کر دھواں
تم نے قیصر باغ کو دیکھا تو ہوگا بارہا؟
آج بھی آتی ہے جس سے ہائے اختر کی صدا

سچ کہو کیا حافظے میں ہے وہ ظلم بے پناہ
آج تک رنگون میں اک قبر ہے جس کی گواہ
ذہن میں ہوگا یہ تازہ ہندیوں کا داغ بھی؟
یاد تو ہوگا تمھیں جلیان والا باغ بھی؟
پوچھ لو اس سے تمھارا نام کیوں تابندہ ہے
"ڈائر" گرگِ دہن آلود اب بھی زندہ ہے
وہ بھگت سنگھ اب بھی جس کے غم میں دل ناشاد ہے
اس کی گردن میں جو ڈالا تھا وہ پھندہ یاد ہے؟
اہلِ آزادی رہا کرتے تھے کس ہنجار سے
پوچھ لو یہ قید خانوں کے درو دیوار سے
اب بھی ہیں محفوظ جن میں طنطنہ سرکار کا
آج بھی گونجی ہوئی ہے جس میں کوڑوں کی صدا
آج کشتیِ امن کے امواج پر کھیتے ہو کیوں؟
سخت حیراں ہوں کہ اب تم درسِ حق دیتے ہو کیوں؟
اہلِ قوت دامِ حق میں تو کبھی آتے نہیں
"نیکی" اخلاق کو خطرے میں بھی لاتے نہیں
لیکن آج اخلاق کی تلقین فرماتے ہو تم
ہو نہ ہو اپنے میں اب قوت نہیں پاتے ہو تم
اہلِ حق روشن نظر ہیں۔ اہلِ باطل کور ہیں
یہ تو ہیں اقوال ان قوموں کے جو کمزور ہیں

آج شاید منزلِ قوّت میں تم رہتے نہیں
جس کی لاٹھی اس کی بھینس اب کس لیے کہتے نہیں ؟
کیا کہا "انصاف ہے انساں کا فرضِ اوّلین "
کیا فساد و ظلم کا اب تم میں کس باقی نہیں ؟
دیر سے بیٹھے ہو نخلِ راستی کی چھاؤں میں
کیا خدا ناکردہ کچھ موچ آگئی ہے پاؤں میں ؟
گونج ٹاپوں کی نہ آبادی نہ ویرانے میں ہے
خیر تو ہے اسپ تازی کیا شفاخانے میں ہے ؟
آج کل تو ہر نظر میں رحم کا انداز ہے
کچھ طبیعت کیا نصیبِ دشمناں ناساز ہے ؟
سانس کیا اُکھڑی کہ حق کے نام پر مرنے لگے
نوعِ انساں کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگے
ظلم بھولے، راگنی انصاف کی گانے لگے
لگ گئی ہے آگ کیا گھر میں کہ چلّانے لگے ؟
مجرموں کے واسطے زیبا نہیں یہ شور و شین
کل یزید و شمر تھے اور آج بنتے ہو حسین
خیر اے سوداگرو اب ہے تو بس اس بات میں
وقت کے فرمان کے آگے جھکا دو گردنیں
اِک کہانی وقت لکھّے گا نئے مضمون کی
جس کی سرخی کو ضرورت ہے تمھارے خون کی

وقت کا فرمان اپنا رخ بدل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے اب فرمان ٹل سکتا نہیں

شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

شکستِ زنداں کا خواب

کیا ہند کا زنداں کانپ رہا ہے، گونج رہی ہیں تکبیریں
اُکتائے ہیں شاید کچھ قیدی اور توڑ رہے ہیں زنجیریں

دیواروں کے نیچے آ آ کر یوں جمع ہوئے ہیں زندانی
سینوں میں تلاطم بجلی کا، آنکھوں میں جھلکتی شمشیریں

بھوکوں کی نظر میں بجلی ہے، توپوں کے دہانے ٹھنڈے ہیں
تقدیر کے لب کو جُنبش ہے، دم توڑ رہی ہیں تدبیریں

آنکھوں میں گدا کی سُرخی ہے، بے نور ہے چہرہ سلطاں کا
تخریب نے پرچم کھولا ہے، سجدے میں پڑی ہیں تعمیریں

کیا اُن کو خبر تھی، زیر و زبر رکھتے تھے جو روحِ مِلّت سے
اُبلیں گے زمیں سے مارِ سیہ برسیں گی فلک سے شمشیریں

کیا اُن کو خبر تھی، سینوں سے جو خون چرایا کرتے تھے
اک روز اسی بے رنگی سے جھلکیں گی ہزاروں تصویریں

کیا اُن کو خبر تھی، ہونٹوں پر جو قفل لگایا کرتے تھے
اک روز اسی خاموشی سے ٹپکیں گی دہکتی تقریریں

سنبھلو، کہ وہ زنداں گونج اٹھا جھپٹو کہ وہ قیدی چھوٹ گئے
اُٹھو کہ وہ بیٹھیں دیواریں، دوڑو کہ وہ ٹوٹیں زنجیریں

شبّیر حسن خاں جوشؔ ملیح آبادی
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

آزادئ وطن

کہو ہندوستاں کی جے

کہو ہندوستاں کی جے　　　کہو ہندوستاں کی جے

قسم ہے خون سے سینچے ہوئے رنگیں گلستاں کی
قسم ہے خونِ دہقاں کی قسم خونِ شہیداں کی
یہ ممکن ہے کہ دنیا کے سمندر خشک ہو جائیں
یہ ممکن ہے کہ دریا بہتے بہتے تھک کے سو جائیں
جلانا چھوڑ دیں دوزخ کے انگارے یہ ممکن ہے
روانی ترک کر دیں برق کے دھارے یہ ممکن ہے
زمینِ پاک اب ناپاکیوں کو ڈھو نہیں سکتی
وطن کی شمع آزادی کبھی گل ہو نہیں سکتی

کہو ہندوستاں کی جے　　　کہو ہندوستاں کی جے

وہ ہندی نوجواں یعنی علم بردارِ آزادی
وطن کے پاسباں وہ تیغ جوہر دارِ آزادی
وہ پاکیزہ شرارہ بجلیوں نے جس کو دھویا ہے
وہ انگارہ کہ جس میں زیست نے خود کو سمویا ہے
وہ شمع زندگانی آندھیوں نے جس کو پالا ہے
اک ایسی ناؤ طوفانوں نے خود جس کو سنبھالا ہے

وہ ٹھوکر جس سے گیتی لرزہ بر اندام رہتی ہے
وہ دھارا جس کے سینے پر عمل کی ناؤ بہتی ہے
چھپی خاموش آہیں شورِ محشر بن کے نکلی ہیں
دبی چنگاریاں خورشیدِ خاور بن کے نکلی ہیں
بدل دی نوجوانِ ہند نے تقدیر زنداں کی
مجاہد کی نظر سے کٹ گئی زنجیر زنداں کی
کہو ہندوستاں کی جے کہو ہندوستاں کی جے
کہو ہندوستاں کی جے

مخدوم محی الدین
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

نالۂ جرس

بڑھے چلو۔ بڑھے چلو بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں! غرورِ کارواں ہو تم
جہانِ پیر کے لیے شبابِ جاوداں ہو تم
بہ نقشِ پائے رفتگاں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

اُٹھائے سر بڑھے چلو تنے ہوئے غرور سے
تمھارے قافلے کی شان دیکھتی ہیں دُور سے
ہمالیہ کی چوٹیاں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

سلام موجِ گنگ لو۔ مجاہدانِ حرّیت
ہیں گلفشاں بہشت سے پیمبرانِ حرّیت
کھلا ہے عرصۂ جہاں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

خراب بادۂ خودی، مئے عمل پئے ہوئے
علم بدوش وصف بصف کلاہ کج کیے ہوئے

مثال۔ بحرِ بیکراں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

بڑھے ہوئے ہوں حوصلے چڑھی ہوئی ہو آستیں
بدل دو صورتِ جہاں اُلٹ دو صفحۂ زمیں
پلٹ دو دَورِ آسماں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

قسم تمہارے عزم کی فدا تمہاری شان کے
بڑھا کے ہاتھ توڑ لو ستارے آسمان کے
جھکا دو شاخِ کہکشاں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

بِنائے کہنہ توڑ دو بناؤ اِک جہانِ نو
جہانِ نو جہانِ نَو بہ سقفِ آسمانِ نو
نئے مکیں نیا مکاں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

نہ ہو سوالِ این و آں نہ ہو تمیزِ بحر و بر
عبث ہے خوفِ تیرگی ستارے چھپ گئے اگر
چمک رہی ہیں بجلیاں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

بجھے نہ شمعِ دل کہیں، ہوا ہے تیز باغ کی
اگر اندھیری رات ہے بڑھاؤ لَو چراغ کی

گرج رہی ہیں آندھیاں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

جنابِ خضر پیر ہیں لکیر کے فقیر ہیں
کماں کا ساتھ دیں گے کیا وہ نوجواں جو تیر ہیں

چوں تیر جستہ از کماں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

جو عقل راہ روک دے تو اس کا ساتھ چھوڑ دو
جو مذہب آ کے ٹوک دے تو اس کی قید توڑ دو

ہوا کی طرح سرگراں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

رُکے نہ پائے جستجو، بچھے ہیں خار راہ میں
جھکے نہ پرچمِ علم کھڑے ہیں دار راہ میں

مثالِ گردِ کارواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

کھلے ہیں پھول زخم کے اجل گلے کا ہار ہے
لہو سے سرخ ہیں کفن یہ مژدۂ بہار ہے

مثالِ تیغ خوں فشاں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

سنو میری صدا سنو درائے کارواں ہوں میں
مخدّراتِ فاقہ کش کی دکھ بھری فغاں ہوں میں

قدم بڑھاؤ مہرباں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

غریب بچّے قوم کے بلک رہے ہیں بھوک سے
خدا کا عرش ہل رہا ہے مامتا کی ہوک سے

گرے نہ سر پر آسماں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

فسانہ ہائے بیکسی زبانِ درد سے سنو
اگر ہو پہلوؤں میں دل ہوائے سرد سے سنو

پیامِ اشکِ بے کساں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

جو راہبر ٹھہر گئے نہیں مقامِ پیش و پس
جو ہم سفر بچھڑ گئے تو چھیڑو نالۂ جرس

سنو جمیلؔ کی فغاں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں   بڑھے چلو۔ بڑھے چلو

جمیلؔ مظہری

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

ہمارا دیس

جگ سے بھلا سنسار سے پیارا　　دل کی ٹھنڈک، آنکھ کا تارا
سب سے انوکھا سب سے نیارا　　دنیا کے جینے کا سہارا
پیارا بھارت دیس ہمارا

اس کے دریا اس کے سمندر　　اس کے سنگم اس کے بندر
پریم کی مورت پریت کا مندر　　حسن و محبت کا گہوارا
پیارا بھارت دیس ہمارا

کتنی پُرکیف اس کی ادائیں　　کتنی دلکش اس کی فضائیں
مشک سے بڑھ کر اس کی ہوائیں　　خلد سے بہتر اس کا نظارہ
پیارا بھارت دیس ہمارا

ملک کو حاصل ہو آزادی　　ختم ہو دورِ ستم ایجادی
دُور ہو اس کی سب بربادی　　چرخ پہ چمکے بن کے تارا
پیارا بھارت دیس ہمارا

ہم میں پیدا ہو یک جائی　　سب ہوں باہم بھائی بھائی
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی　　گائیں مل کر گیت یہ پیارا
پیارا بھارت دیس ہمارا

حکیم محمد مصطفٰے خاں مدّاح (احمق پھپھوندوی)

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

گلزارِ وطن

پھولوں کا کنجِ دلکش بھارت میں اِک بنائیں
حُبِّ وطن کے پودے اس میں نئے لگائیں

پھولوں میں جس چمن کے ہو بوئے جاں نثاری
حُبِّ وطن کی قلمیں ہم اُس چمن سے لائیں

خونِ جگر سے سینچیں ہر نخلِ آرزو کو
اشکوں سے بیل بوٹوں کی آبرو بڑھائیں

ایک ایک گُل میں پھونکیں روحِ شمیمِ وحدت
اِک اِک کلی کو دل کے دامن سے دیں ہوائیں

فردوس کا نمونہ اپنا ہو کنجِ دلکش
سارے جہاں کی جس میں ہوں جلوہ گر فضائیں

چھایا ہو ابرِ رحمت کاشانۂ چمن میں
رم جھم برس رہی ہوں چاروں طرف گھٹائیں

مرغانِ باغ بن کر اُڑتے پھریں ہوا میں
نغمے ہوں روح افزا اور دلربا صدائیں

حُبِّ وطن کے لب پر ہوں جانفزا ترانے
شاخوں پہ گیت گائیں پھولوں پہ چہچہائیں

چھائی ہوئی گھٹا ہو موسم طرب فزا ہو
جھونکے چلیں ہوا کے اشجار لہلہائیں

اس کنجِ دلنشیں میں قبضہ نہ ہو خزاں کا
جو ہو گلوں کا تختہ، تختہ ہو اِک جناں کا

بلبل کو ہو چمن میں صیّاد کا نہ کھٹکا
خوش خوش ہو شاخِ گُل پر غم ہو نہ آشیاں کا

حُبِّ وطن کا مل کر سب ایک راگ گائیں
لہجہ جدا ہو گرچہ مرغانِ نغمہ خواں کا

ایک ایک لفظ میں ہو تاثیر بوئے اُلفت
انداز دلنشیں ہو ایک ایک داستاں کا

مرغانِ باغ کا ہو اُس شاخ پر نشیمن　　پہنچے نہ ہاتھ جس تک صیّادِ آسماں کا
موسم ہو جوشِ گل کا اور دن بہار کے ہوں　　عالم عجیب دلکش ہو اپنے گلستاں کا
مِل مِل کے ہم ترانے حُبِّ وطن کے گائیں
بُلبُل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن کے گائیں

سُرور جہان آبادی
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۷ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

تسلّی

چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز
ظلم کی چھاؤں میں دم لینے پہ مجبور ہیں ہم
اور کچھ دیر ستم سہہ لیں، تڑپ لیں رو لیں
اپنے اجداد کی میراث سے معذور ہیں ہم
جسم پر قید ہے، جذبات پہ زنجیریں ہیں
فکر محبوس ہے، گفتار پہ تعزیریں ہیں
اپنی ہمّت ہے کہ ہم پھر بھی جیے جاتے ہیں
زندگی کیا، کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں
لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں
اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں
عرصۂ دہر کی جھلسی ہوئی ویرانی میں
ہم کو رہنا ہے، پہ یوں ہی تو نہیں رہنا ہے
اجنبی ہاتھوں کا بے نام گرانبار ستم
آج سہنا ہے، ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے

یہ ترے حسن سے لپٹی ہوئی آلام کی گرد
اپنی دو روزہ جوانی کی شکستوں کا شمار
چاندنی راتوں کا بے کار دہکتا ہوا درد
دل کی بے سود تڑپ، جسم کی مایوس پکار
چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز

فیض احمد فیضؔ

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

ماں کی دعاء

تیرے دم سے پھر وطن والوں میں پیدا ہو حیات
پنجۂ اغیار سے ہو ہند کو حاصل نجات
کام آجائے وطن کی راہ میں تیرا شباب
غیرتیں زندانیوں کی پھر اُلٹ ڈالیں نقاب
تو بدل ڈالے نظام ہند کے لیل و نہار
یہ غلام آباد ہو آزاد ملکوں میں شمار
آستینِ ہند ہو تیرے لہو سے لالہ فام
پادشاہوں کا لقب پانے لگیں ہندی غلام
ہڈیاں پس کر بنیں غازہ عروسِ ہند کا
حسن پھر ہو جائے کچھ تازہ عروسِ ہند کا
تیرے ہونٹوں سے بوقتِ مرگ یہ نکلے صدا
نوجوانانِ وطن آگے بڑھو آگے ذرا

الطاف مشہدی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

بدیشی مہمان سے

مسافر بھاگ وقتِ بےکسی ہے
ترے سر پر اجل منڈلا رہی ہے

تری جیبوں میں ہیں سونے کے توڑے
یہاں ہر جیب خالی ہو چکی ہے

یہ عالم ہو گیا ہے مفلسی کا
کہ رسمِ میزبانی اُٹھ چکی ہے

نہ دے ظالم فریبِ چارہ سازی
یہ بستی تجھ سے اب تنگ آچکی ہے

مناسب ہے کہ اپنا راستہ لے
وہ کشتی دیکھ ساحل سے لگی ہے

گھٹا جو اس سمندر سے اٹھی ہے
دُرِ خوش آب بھی برسا چکی ہے

مگر اب اس کا عالم ہی جدا ہے
یہ بدلی آگ برساتی اٹھی ہے

ستارہ صبح کا بے نور ہے اب
در و دیوار پر دھوپ آچکی ہے

حجاباتِ تعصّب اُٹھ رہے ہیں
حقیقت جلوہ فرما ہو رہی ہے

نسیمِ نرم رَو اس گلستاں کی
سمومِ دشت پیما بن چکی ہے

بگولے اُٹھ رہے ہیں بڑھ رہے ہیں
فضائے دہر میں ہلچل مچی ہے

زباں پر آئے گی جو آگ بن کر
وہ شے سینوں میں کروٹ لے رہی ہے

مرتّب اِک نیا دستور ہوگا
بِنا اِک دورِ نو کی پڑ رہی ہے

ہلی جاتی ہے بنیادِ قدامت
جوانی ہوش میں آئی ہوئی ہے

یہاں ہر شاخ شمشیر برہنہ گلوں سے خون کی بوٗ آ رہی ہے
یہاں کے آسمانِ آتشیں پر بغاوت کی گھٹا منڈلا رہی ہے
یہاں سے ایک طوفاں چل رہا ہے
یہاں سے ایک آندھی اُٹھ رہی ہے

اسرار الحق مجازؔ
ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

آگے بڑھیں گے

وہ بجلی سی چمکی وہ ٹوٹا ستارا
وہ شعلہ سا لپکا وہ تڑپا شرارا
جنونِ بغاوت نے دل کو اُبھارا
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

گرجتی ہیں توپیں گرجنے دو اُن کو
دُہل بج رہے ہیں تو بجنے دو اُن کو
جو ہتھیار سجتے ہیں سجنے دو اُن کو
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

کُدالوں کے پھل دوستو تیز کر لو
محبّت کے ساغر کو لبریز کر لو
ذرا اور ہمّت کو مہمیز کر لو
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

وزارت کی منزل ہماری نہیں ہے
یہ آندھی ہے بادِ بہاری نہیں ہے
زِرہ ہم نے تن سے اتاری نہیں ہے
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

حکومت کے پندار کو توڑنا ہے
اسیر و گرفتار کو چھوڑنا ہے
زمانے کی رفتار کو موڑنا ہے
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

چٹانوں میں راہیں بنانا پڑیں گی
ابھی کتنی کڑیاں اُٹھانا پڑیں گی
ہزاروں کمانیں جھکانا پڑیں گی
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

حدیں ہو چکیں ختم بیم و رجا کی
مسافت ہے اب عزمِ صبر آزما کی
زمانے کے ماتھے پہ ہے تابناکی
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

اُفق کے کنارے ہوئے ہیں گلابی
سحر کی نگاہوں میں ہے برق تابی
قدم چومنے آئی ہے کامیابی
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

مصائب کی دُنیا کو پامال کر کے
جوانی کی شکلوں میں تپ کے نکھر کے
ذرا نظمِ گیتی سے اونچے اُبھر کے
بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

مہکتے ہوئے مرغزاروں سے آگے
چمکتے ہوئے آبشاروں سے آگے
بہشتِ بریں کی بہاروں سے آگے

بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے

علی سردار جعفری

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"۔ مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ سنہ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

اسیرانِ وطن کی یادیں

خالی جائے گی نہ فریادِ پریشانِ وطن
رنگ لائے گا کبھی خونِ جوانانِ وطن
آہ اے گردشِ ایّام کہ چوروں کی جگہ
ہیں عزیزانِ وطن، قیدیٔ زندانِ وطن
اب تو جھکنا ہی پڑے گا تجھے او پیرِ فلک
ملک کے نام پہ اٹھے ہیں جوانانِ وطن
داس نے خونِ جگر سے اسے سیراب کیا
تشنۂ خون تھی خاکِ چمنستانِ وطن
دیکھیں دت اور بھگت سنگھ کی صورت کب تک
ہوں گے پامالِ خزاں سنبل و ریحانِ وطن
تم پہ ہے فخر ہمیں گاندھی و نہرو سے سوا
اے عزیزانِ وطن! مایۂ ایمانِ وطن
تیغِ قاتل کا بھلا ہو کہ ہر اک گوشہ میں
اس نے آباد کیے گنجِ شہیدانِ وطن

امتحاں حوصلۂ دل کا نہ لے تو قاتل
سرفروشی کو ہیں آمادہ جوانانِ وطن
دوُر زنداں سے ہے پر تم سے نہیں دوُر اخترؔ
اے اسیرانِ وطن شانِ وطن جانِ وطن

اخترؔ شیرانی
ماخوذاز "آہ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ بھائی شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس جگادھری

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۱

لوری

کبھی تو رحم پر آمادہ بے رحم آسماں ہو گا
کبھی تو یہ جفا پیشہ مقدّر مہرباں ہو گا
کبھی تو سر پہ ابرِ رحمتِ حق گلفشاں ہو گا

مسرت کا سماں ہو گا
مرا ننّھا جواں ہو گا

کسی دن تو بھلا ہو گا غریبوں کی دعاؤں کا
اثر خالی نہ جائے گا غم آلود التجاؤں کا
نتیجہ کچھ تو نکلے گا فقیرانہ صداؤں کا

خدا گر مہرباں ہو گا
مرا ننّھا جواں ہو گا

خدا رکھّے جواں ہو گا تو ایسا نوجواں ہو گا
حسین و کارداں ہو گا دلیر و تیغ راں ہو گا
بہت شیریں زباں ہو گا بہت شیریں بیاں ہو گا

یہ محبوبِ جہاں ہو گا
مرا ننّھا جواں ہو گا

وطن اور قوم کی سو جان سے خدمت کرے گا یہ
خدا کی اور خدا کے حکم کی عزّت کرے گا یہ
ہر اپنے اور پرائے سے صدا اُلفت کرے گا یہ
ہر اک پر مہرباں ہوگا
مرا ننھّا جواں ہوگا

مرا ننھّا بہادر ایک دن ہتھیار اُٹھائے گا
سپاہی بن کے سوئے عرصہ گاہِ رزم جائے گا
وطن کے دشمنوں کی خون کی نہریں بہائے گا
اور آخر کامراں ہوگا
مرا ننھّا جواں ہوگا

وطن کی جنگِ آزادی میں جس نے سر کٹایا ہے
یہ اُس شیدائے ملّت باپ کا پُرجوش بیٹا ہے
ابھی سے عالمِ طفلی کا ہر انداز کہتا ہے
وطن کا پاسباں ہوگا
مرا ننھّا جواں ہوگا

ہے اُس کے باپ کے گھوڑے کو کب سے انتظار اُس کا
ہے رستہ دیکھتی کب سے فضائے کارزار اُس کا
ہمیشہ حافظ و ناصر رہے پروردگار اُس کا
بہادر پہلواں ہوگا
مرا ننھّا جواں ہوگا

وطن کے نام پر اک روز یہ تلوار اٹھائے گا
وطن کے دشمنوں کو کنجِ تربت میں سلائے گا
اور اپنے ملک کو غیروں کے پنجہ سے چھڑائے گا
غرورِ خانداں ہوگا
مرا ننھا جواں ہوگا

صفِ دشمن میں تلوار اُس کی جب شعلے گرائے گی
شجاعت بازوؤں میں (آگ) بن کے لہلہائے گی
جبیں کی ہر شکن میں مرگِ دشمن تھرتھرائے گی
یہ ایسا تیغ راں ہوگا
مرا ننھا جواں ہوگا

سرِ میدان جسدمِ دشمن اُس کو گھیرتے ہوں گے
بجائے خوں رگوں میں اُس کی شعلے تیرتے ہوں گے
سب اُس کے حملۂ شیرانہ سے منھ پھیرتے ہوں گے
تہہ و بالا جہاں ہوگا
مرا ننھا جواں ہوگا

اختر شیرانی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

میں اُن کے گیت گاتا ہوں

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

جو شانے پر بغاوت کا علم لے کر نکلتے ہیں
کسی ظالم حکومت کے دھڑکتے دل پر چلتے ہیں

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

جو رکھ دیتے ہیں سینہ، گرم توپوں کے دہانوں پر
نظر سے جن کی بجلی کوندتی ہے آسمانوں پر

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

جو آزادی کی دیوی کو لہو کی بھینٹ دیتے ہیں
صداقت کے لیے جو ہاتھ میں تلوار لیتے ہیں

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

جو پردے چاک کرتے ہیں حکومت کی سیاست کے
جو دشمن ہیں قدامت کے جو حامی ہیں بغاوت کے

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

بھرے مجمع میں کرتے ہیں جو شورش خیز تقریریں
وہ جن کا ہاتھ اٹھتا ہے تو اُٹھ جاتی ہیں شمشیریں

میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

وہ مفلس جن کی آنکھوں میں ہے پرتو قہر یزداں کا
نظر سے جن کی چہرہ زرد پڑ جاتا ہے سلطاں کا
میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں اُن کے گیت گاتا ہوں

وہ دہقاں جن کے خرمن میں ہیں پنہاں بجلیاں اپنی
لہو سے ظالموں کے سینچتے ہیں کھیتیاں اپنی
میں ان کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

وہ محنت کش جو اپنے بازوؤں پر ناز کرتے ہیں
وہ جن کی قوتوں سے "دیو استبداد" ڈرتے ہیں
میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

کچل سکتے ہیں جو مزدور زر کے آستانوں کو
جو جل کر آگ دے دیتے ہیں جنگی کارخانوں کو
میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

جھلس سکتے ہیں جو شعلوں سے کفر و دیں کی بستی کو
جو لعنت جانتے ہیں ملک میں فرقہ پرستی کو
میں اُن کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

وطن کے نوجوانوں میں نئے جذبے جگاؤں گا
میں اُن کے گیت گاؤں گا میں اُن کے گیت گاؤں گا
میں ان کے گیت گاتا ہوں، میں ان کے گیت گاتا ہوں

جاں نثار اختر

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۴ء

ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

دعوتِ جنگ

وہ ہوئی لرزش ہوا میں وہ بگل بجنے لگا
جنگ کے نغموں سے وہ تھرائی دنیا کی فضا
دل دھڑکتا ہے فلک پر آج اسرفیل کا
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

ہر طرف، ہر سمت، انشت وخون کا طوفان ہے
جاں بلب کوئی ہے، کوئی پیکر بے جان ہے
یہ سمجھ لے ساری دُنیا جنگ کا میدان ہے
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

دیکھ وہ مزدور اُٹھے ہیں برائے انتقام
ہاں اُلٹنا ہے تجھے سرمایہ داری کا نظام
کیوں نہیں ہوتی تری تلوار آخر بے نیام
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

گرمیاں گفتار میں رکھی ہیں کس دن کے لیے
آندھیاں رفتار میں رکھی ہیں کس دن کے لیے
بجلیاں تلوار میں رکھی ہیں کس دن کے لیے
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

سازِ عالم خون کے نغموں سے ہم آہنگ ہے
مثل ارجن معرکہ میں ہچکچانا ننگ ہے
جنگ کا تو دیوتا ہے، تیری فطرت جنگ ہے

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

وہ فلک رُتبہ محل، وہ معصیت کی عیش گاہ
جن میں کنواری لڑکیوں کی عصمتیں کرتی ہیں آہ!
ایسا منظر دیکھ سکتی ہے سپاہی کی نگاہ؟

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

جھومتا چل اور خونخواروں کے سینے چیر ڈال
اِک قدم بڑھ اور غدّاروں کے سینے چیر ڈال
ظلمتِ شب میں سیہ کاروں کے سینے چیر ڈال

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

دیکھ مے خانے ہیں وہ، جا اور مے خانوں کو توڑ
مے کشوں کے دل میں خنجر بھونک پیمانوں کو توڑ
اِس طرف مسجد کو ڈھا، اُس سمت بت خانوں کو توڑ

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

آج اِن زردار آقاؤں کے دل گردے نکال
اِن کو توپوں کے دہانوں سے فضاؤں میں اُچھال
دُور بھاگیں تجھ سے جو اُن کے لیے بھالا سنبھال

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

جو تجھے روٹی کو ترساتے تھے ان کو دے صدا
دو بدو آجائیں وہ تیرے، توپھر گونجے ذرا
ڈوب کر اُن کے لہو میں تیرا خونی قہقہا
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

جو نہ تیری ہمنوا ہوں وہ زبانیں کاٹ ڈال
خم شدہ سی شہریاروں کی کمانیں کاٹ ڈال
بے بسوں کے خون کی پیاسی سنانیں کاٹ ڈال
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

تجھ کو روکیں گے بمنّت کتنے شیخ و برہمن
نوعِ انسانی کے دشمن، مذہبوں کے گورکن
ہاں انھیں کے خون سے ہوں سُرخ صحرا و چمن
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

آئیں گے لے لے کے رشوت رشکِ دارا فخرِ جم
بافراواں سیم و گوہر، بافریبِ چشمِ نم
ایسے سانپوں کو کچل ڈالیں مگر تیرے قدم
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

جن کے آگے ہاتھ کانپیں اُن حسینوں کو نہ دیکھ
تو ہے جلّادِ فلک، زہرہ جبینوں کو نہ دیکھ
آسماں پر وار کر بڑھ کر، زمینوں کو نہ دیکھ
اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

انقلابی گیت گاتا چل پر اس انداز میں
اژدہے آتش کے بل کھائیں تری آواز میں
آگ لگ جائے جفا کاروں کے رنگیں ساز میں

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

وہ بلندی پر ہے مزدوروں کا پرچم آگ سا
اُس کی جانب دیکھ جب تھکنے لگیں تیرے قویٰ
زور آجائے گا بازو میں ترے سہراب کا

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

تو سرِ دشمن کا گاہک جنگ کے بازار میں
موت کا ہنستا ہوا چہرہ تری تلوار میں
فتح کے مژدے تری تلوار کی جھنکار میں

اے سپاہی کھینچ اپنی خوں فشاں تلوار کھینچ

معین احسن جذبی

ماخوذ از " آزادی کی نظمیں "۔ مرتبہ سبط حسن ۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

وطن کے لیے پیغام

بگڑی ہوئی وطن کی بنا لو، بڑھے چلو!
گرتے ہوئے نشاں کو اٹھا لو، بڑھے چلو!
آزاد مثلِ سروِ چمن اور سر بلند
ہندوستاں کے تازہ نہالو بڑھے چلو!

دل میں کدورت اپنے شریکِ سفر سے کیا
گزری ہوئی پہ خاک ہی ڈالو، بڑھے چلو!
گھبرا کے راستے میں نہ بیٹھو، دلاورو
منزل وہ سامنے ہے جیالو، بڑھے چلو!

جو تیز گام بڑھ گئے ہیں اُن سے جا مِلو
جو رہ گئے ہیں اُن کو ملا لو، بڑھے چلو!
مردانہ وار زارِ غلامی کو طے کرو
کانٹا بھی پاؤں سے نہ نکالو، بڑھے چلو!

منزل بہت قریب ہے، وہ دن نہیں ہے دُور
جب گوہرِ مراد کو پا لو، بڑھے چلو!

تلوک چند محروم
ماخوذ از روزانہ پرتاپ لاہور ۳ جولائی ۱۹۲۷ء (سنڈے ایڈیشن)

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۵۴۹

مجبوریاں

مجھے نفرت نہیں ہے عشقیہ اشعار سے لیکن
ابھی اُن کو غلام آباد میں مَیں گا نہیں سکتا
مجھے نفرت نہیں ہے حُسنِ جنّت زار سے لیکن
ابھی دوزخ میں اس جنّت سے دل بہلا نہیں سکتا
مجھے نفرت نہیں پازیب کی جھنکار سے لیکن
ابھی تابِ نشاطِ رقصِ محفل لا نہیں سکتا
ابھی ہندوستاں کو آتشیں نغمے سنانے دو
ابھی چنگاریوں سے اک گُلِ رنگیں بنانے دو

سلام مچھلی شہری
ماخوذاز "آزادی کی نظمیں" مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء
ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

عہد

جب طلائی رنگ سکّوں کو نچایا جائے گا
جب مری غیرت کو دولت سے لڑایا جائے گا
جب رگِ افلاس کو میری دبایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
اور اپنے پاؤں سے انبارِ زر ٹھکراؤں گا

جب مجھے بیڑوں سے عریاں کر کے باندھا جائے گا
گرم آہن سے مرے ہونٹوں کو داغا جائے گا
جب دہکتی آگ پر مجھ کو لٹایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
تیرے نغمے گاؤں گا اور آگ پر سو جاؤں گا

اے وطن جب تجھ پہ دشمن گولیاں برسائیں گے
سُرخ بادل جب فضاؤں پر تری چھا جائیں گے
جب سمندر آگ کے بُرجوں سے ٹکّر کھائیں گے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
تیغ کی جھنکار بن کر مثلِ طوفاں آؤں گا

گولیاں چاروں طرف سے گھیر لیں گی جب مجھے
اور تنہا چھوڑ دے گا جب مرا مرکب مجھے
اور سنگینوں پہ چاہیں گے اُٹھانا تب مجھے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
مرتے مرتے اک تماشائے وفا بن جاؤں گا

خون سے رنگین ہو جائے گی جب تیری بہار
سامنے ہوں گی مرے جب سرد نعشیں بے شمار
جب مرے بازو پہ سر آکر گریں گے بار بار
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
اور دشمن کی صفوں پر بجلیاں برساؤں گا

جب درِ زنداں کھلے گا برملا میرے لیے
انتہائی جب سزا ہو گی روا میرے لیے
ہر نفس جب ہو گا پیغامِ قضا میرے لیے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
بادہ کش ہوں زہر کی تلخی سے کیوں گھبراؤں گا

حکم آخر قتل گہہ میں جب سنایا جائے گا
جب مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھایا جائے گا
جب یکایک تختۂ خونی ہٹایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
عہد کرتا ہوں کہ میں تجھ پر فدا ہو جاؤں گا

ساغر نظامی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

جوان جذبے

یہ ظلمِ شہنشاہی، جس وقت مٹا دیں گے
سوئی ہوئی دنیا کی قسمت کو جگا دیں گے

افلاس کے سینے سے، شعلے جو لپکتے ہیں
محلوں میں امیروں کے وہ آگ لگا دیں گے

ہیں آج بغاوت پر تیّار جوان جذبے
جلّاد حکومت کی بنیاد ہلا دیں گے

یوں پھول کھلائیں گے ٹپکا کے لہو اپنا
غربت کے بیاباں کو گلزار بنا دیں گے

ہم پرچمِ قومی کو لہرا کے ہمالہ پر
دشمن کی حکومت کے جھنڈے کو جھکا دیں گے

جو آڑ میں مذہب کی ہنگامہ کرے برپا
ہم ایسے فسادی کو گنگا میں بہا دیں گے

سر جائے کہ جائے جاں اے مادرِ ہند اک دن
ذلّت سے غلامی کی، ہم تجھ کو چھڑا دیں گے

کس طرح سنورتا ہے، سر دینے سے مستقبل
غیروں کو بتا دیں گے، اپنوں کو سکھا دیں گے

شمیمؔ کرہانی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں - مرتّبہ سبط حسن - ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

بیداریٔ مشرق

انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق ! انقلاب
وقت آیا ہے کہ اُٹھّے روئے گیتی سے نقاب
انقلاب اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب !
انقلاب اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب !

اے جمالِ شمع آزادی کے پروانو ! اُٹھو
سو چکے اے قصرِ ملّت کے نگہبانو ! اُٹھو
بادۂ بیداریٔ مشرق کے مستانو ! اُٹھو
اب جگا بھی دو بہت کچھ سو چکا ہے آفتاب
انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

نوجوانو ! اب نشاطِ کُنجِ تنہائی کہاں ؟
اے شجاعو ! تم کہاں، یہ عیش پیمائی کہاں ؟
پھونک دو، محفل کو وقتِ محفل آرائی کہاں ؟
دُور پھینکو ساغر و پیمانہ و چنگ و رباب
انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

عہد

جب طلائی رنگ سکّوں کو نچایا جائے گا
جب مری غیرت کو دولت سے لڑایا جائے گا
جب رگِ افلاس کو میری دبایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
اور اپنے پاؤں سے انبارِ زر ٹھکراؤں گا

جب مجھے بیڑوں سے عریاں کر کے باندھا جائے گا
گرم آہن سے مرے ہونٹوں کو داغا جائے گا
جب دہکتی آگ پر مجھ کو لٹایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
تیرے نغمے گاؤں گا اور آگ پر سو جاؤں گا

اے وطن جب تجھ پہ دشمن گولیاں برسائیں گے
سُرخ بادل جب فضاؤں پر تری چھا جائیں گے
جب سمندر آگ کے بُرجوں سے ٹکّر کھائیں گے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
تیغ کی جھنکار بن کر مثلِ طوفاں آؤں گا

گولیاں چاروں طرف سے گھیر لیں گی جب مجھے
اور تنہا چھوڑ دے گا جب مرا مرکب مجھے
اور سنگینوں پہ چاہیں گے اُٹھانا تب مجھے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
مرتے مرتے اک تماشائے وفا بن جاؤں گا

خون سے رنگین ہو جائے گی جب تیری بہار سامنے ہوں گی مرے جب سرد نعشیں بے شمار
جب مرے بازو پہ سر آ کر گریں گے بار بار
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
اور دشمن کی صفوں پر بجلیاں برساؤں گا

جب درِ زنداں کھلے گا برملا میرے لیے انتہائی جب سزا ہو گی روا میرے لیے
ہر نفس جب ہو گا پیغامِ قضا میرے لیے
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
بادہ کش ہوں زہر کی تلخی سے کیوں گھبراؤں گا

حکم آخر قتل گہہ میں جب سنایا جائے گا جب مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھایا جائے گا
جب یکایک تختۂ خونی ہٹایا جائے گا
اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
عہد کرتا ہوں کہ میں تجھ پر فدا ہو جاؤں گا

ساغر نظامی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

جوان جذبے

یہ ظلمِ شہنشاہی، جس وقت مٹا دیں گے — سوئی ہوئی دنیا کی قسمت کو جگا دیں گے
افلاس کے سینے سے، شعلے جو لپکتے ہیں — محلوں میں امیروں کے وہ آگ لگا دیں گے
ہیں آج بغاوت پر تیّار جواں جذبے — جلّاد حکومت کی بنیاد ہلا دیں گے
یوں پھول کھلائیں گے ٹپکا کے لہو اپنا — غربت کے بیاباں کو گلزار بنا دیں گے
ہم پرچمِ قومی کو لہرا کے ہمالہ پر — دشمن کی حکومت کے جھنڈے کو جھکا دیں گے
جو آڑ میں مذہب کی ہنگامہ کرے برپا — ہم ایسے فسادی کو گنگا میں بہا دیں گے
سر جائے کہ جائے جاں اے مادرِ ہند اک دن — ذلّت سے غلامی کی، ہم تجھ کو چھڑا دیں گے

کس طرح سنورتا ہے، سر دینے سے مستقبل
غیروں کو بتا دیں گے، اپنوں کو سکھا دیں گے

شمیم کرہانی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" - مرتّبہ سبط حسن - ناشر حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۲ ۱۷

بیداریٔ مشرق

انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق ! انقلاب
وقت آیا ہے کہ اُٹھے روئے گیتی سے نقاب
انقلاب اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب !
انقلاب اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب !

اے جمالِ شمع آزادی کے پروانو ! اُٹھو
سو چکے اے قصرِ ملّت کے نگہبانو ! اُٹھو
بادۂ بیداریٔ مشرق کے مستانو ! اُٹھو
اب جگا بھی دو بہت کچھ سو چکا ہے آفتاب
انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

نوجوانو ! اب نشاطِ کُنجِ تنہائی کہاں ؟
اے شجاعو ! تم کہاں، یہ عیش پیمائی کہاں ؟
پھونک دو، محفل کو وقتِ محفل آرائی کہاں ؟
دُور پھینکو ساغر و پیمانہ و چنگ و رباب
انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

زندگی۔تابندگی ہے روحِ آزادی کے ساتھ
زندگی۔پابندگی ہے روحِ آزادی کے ساتھ
زندگی ہی زندگی ہے روحِ آزادی کے ساتھ
زندہ رہنا ہے تو آزادی سے کیسا اجتناب
انقلاب ! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب
اب بھی آنکھوں میں تمہاری، رنگِ غفلت دیدہ ہے!
خوابِ مستقبل کی ہر تعبیر ناپوشیدہ ہے!
انتظارِ صبح کیسا! صبح خود خوابیدہ ہے!
تم ہی خود۔ بڑھ کر اُلٹ دو مہرِ زریں کا نقاب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب
برق ہو آنکھوں میں، دل میں آتشِ پروانہ ہو
ہوش بھی آئے تو لب پر نعرۂ مستانہ ہو
خامشی میں جراتِ بیدار کا افسانہ ہو
زندگی کب تک اسیرِ اعتکاف و احتساب!
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب!
زیست کی قیمت ہی کیا ہے پیشِ مردانِ وفا
کوئی پوچھے کربلا سے — رازِ پیمانِ وفا
ہاں دکھا دو، اے شجاعو! جوشِ ارمانِ وفا
بے حدود و بے کنار و بے شمار و بے حساب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

دردِ ملّت لے کے اے ملّت کے غمخوارو ! چلو
اے جوانو! اے دلیرو اے رضا کارو ! چلو
منتظر ہے رحمتِ یزداں ـــ وفادارو! چلو
یوں ہی کُھل جاتے ہیں اکثر قصرِ آزادی کے باب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

سرخیٔ خونِ وفا سے زندگی گلریز ـــ ہے
غیرتِ مزدور، ـــ برقِ خرمنِ پرویز ـــ ہے
جس کا تیشہ آج شعلہ بار، وآتش خیز ہے
ہاں وہی ہے کامران و کامگار و کامیاب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

شرم آئے اپنی ناکامی پہ استبداد کو!
اب نہ صیّادی کی جرأت ہو کسی صیّاد کو!
تیز کردو شعلہ ہائے فطرتِ آزاد کو!
بجلیوں سے سیکھ لو رازِ سکون و اضطراب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

آسمانِ سرفروشی کے ستاروں کی قسم !
پاک بازوں کی قسم، شب زندہ داروں کی قسم!
تم کو ناموسِ وطن کے جاں نثاروں کی قسم!
جاگ اُٹھو دیکھو گے کب تک یوں ہی امیدوں کے خواب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

جاں نثارانِ وطن ہیں وارثِ دارالسّلام
ہے بہت اونچا وطن پر مرنے والوں کا مقام
لیکن اس منزل میں اقدامِ تشدّد ہے حرام
تیغِ اخلاص وصداقت ہی ہے تیغِ کامیاب
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

ہوشیار! اے غافلانِ حالِ بربادِ وطن!
ڈھونڈتی پھرتی ہے تم کو روحِ ناشادِ وطن!
گر ہوا اب بھی نہ تم کو پاسِ فریادِ وطن!
آہ کیا دوگے وطن کے ذرّے ذرّے کو جواب؟
انقلاب! اے ساکنانِ ارضِ مشرق انقلاب

روشؔ صدیقی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

وطن کا راگ

بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے
ہر رُت ہر اک موسم اُس کا کیسا پیارا پیارا ہے
کیسا سہانا کیسا سندر پیارا دیش ہمارا ہے
دُکھ میں سُکھ میں، ہر حالت میں بھارت دل کا سہارا ہے
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

سارے جگ کے پہاڑوں میں بے مثل پہاڑ ہمالہ ہے
پربت سب سے اونچا ہے یہ پربت سب سے نرالا ہے
بھارت کی رکشا کرتا ہے، بھارت کا رکھوالا ہے
لاکھوں چشمے بہتے ہیں اس میں لاکھوں ندیوں والا ہے
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

گنگا جی کی پیاری لہریں گیت سناتی جاتی ہیں
صدیوں کی تہذیب ہماری یاد دلاتی جاتی ہیں
بھارت کے گلزاروں کو سرسبز بناتی جاتی ہیں
کھیتوں کو ہریالی دیتی پھول کھلاتی جاتی ہیں
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

ہرے بھرے ہیں کھیت ہمارے، دنیا کو اَن دیتے ہیں
چاندی سونے کی کانوں سے ہم جگ کو دھن دیتے ہیں
پریم کے پیارے پھول کی خوشبو گلشن گلشن دیتے ہیں
امن و اماں کی نعمت سب کو بھر بھر دامن دیتے ہیں
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

کرشن کی بنسی نے پھونکی ہے روح ہماری جانوں میں
گوتم کی آواز بسی ہے محلوں میں میدانوں میں
چشتیؒ نے جو دی تھی مئے وہ اب تک ہے پیمانوں میں
نانکؒ کی تعلیم ابھی تک گونج رہی ہے کانوں میں
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

مذہب کچھ ہو ہندی ہیں ہم سارے بھائی بھائی ہیں
ہندو ہیں یا مُسلم ہیں یا سکھ ہیں یا عیسائی ہیں
پریم نے سب کو ایک کیا ہے پریم کے ہم شیدائی ہیں
بھارت نام کے عاشق ہیں ہم بھارت کے سودائی ہیں
بھارت پیارا دیش ہمارا سب دیشوں سے نیارا ہے

افسر میرٹھی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن، ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

نوجوانوں کی دُنیا

وہ دُنیا جس کا ہر ذرّہ جنوں بر دوش ہوتا ہے
وہ دنیا جس کے سینے میں بلا کا جوش ہوتا ہے
وہ دُنیا جس میں حُسن و عشق کی باتیں نہیں ہوتیں
وہ دُنیا جس میں سونے کے لیے راتیں نہیں ہوتیں

جہاں تلوار کی جھنکار سے چشمے اُبلتے ہیں
جہاں خود موت کی آغوش میں انسان پلتے ہیں
جہاں طوفاں میں قومیّت وطن کی ناؤ کھیتی ہے
کمانوں کی کڑک میں حریّت انگڑائی لیتی ہے

جہاں ہر دل میں آزادی کی ہوتی ہے لگن پیدا
جہاں ہوتا ہے شوقِ جاں نثارئ وطن پیدا
جہاں آلام میں ہوتا ہے لوہے کا جگر پیدا
جہاں ہوتا ہے چھد کر ناوکوں سے بال و پر پیدا

جہاں جذبات خودداری دبانے سے ابھرتے ہیں
جہاں شیرانِ جنگ اور تھپکنے سے بپھرتے ہیں
جہاں خاشاک طوفانوں میں گھر کر مسکراتا ہے
جہاں خرمن شعاعِ برق سے آنکھیں لڑاتا ہے

جہاں کا چپّہ چپّہ ، انقلاب آباد ہوتا ہے
دماغ و دل جہاں زنداں میں بھی آباد ہوتا ہے
جہاں مجبور ، جابر کی لحد تیّار کرتا ہے
توانا کو جہاں بے دست و پا بیمار کرتا ہے
جہاں مظلومیت توہینِ استبداد کرتی ہے
جہاں شاہنشہی کو بندگی برباد کرتی ہے
جواں ہمّت جہاں تقدیر پر قانع نہیں ہوتی
کوئی مشکل جہاں تدبیر میں مانع نہیں ہوتی
تجھے اے نوجواں ایسا جہاں تیّار کرنا ہے
اِسی کوشش میں جینا ہے اِسی کوشش میں مرنا ہے

رضی عظیم آبادی

ماخوذاز "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے

سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
رہ روِ راہِ محبّت رہ نہ جانا راہ میں
لذّتِ صحرا نوردی دوریٔ منزل میں ہے
وقت آنے دے بتادیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے
آکے مقتل میں یہ قاتل کہہ رہا ہے بار بار
کیا تمنّائے شہادت بھی کسی کے دل میں ہے
اے شہیدِ ملک وملّت تیرے جذبوں کے نثار
تیری قربانی کا چرچا غیر کی محفل میں ہے
اب نہ اگلے ولولے ہیں اور نہ ارمانوں کی بھیڑ
ایک مٹ جانے کی حسرت اب دلِ بسمل میں ہے

رام پرشاد بسمل

ماخوذ از " وطن کا راگ " مرتبہ اکسیر سیالکوٹی، مطبوعہ نشتر اسٹیم پریس لاہور

ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۳۸

وہ چپ رہنے کو کہتے ہیں جو ہم فریاد کرتے ہیں

الٰہی خیر وہ ہر دم نئی بیداد کرتے ہیں
ہمیں تہمت لگاتے ہیں جو ہم فریاد کرتے ہیں
کبھی آزار دیتے ہیں کبھی بیداد کرتے ہیں
مگر اس پر بھی سو جی سے ہم اُن کو یاد کرتے ہیں
اسیرانِ قفس سے کاش یہ صیّاد کہہ دیتا
رہو آزاد ہو کر ہم تمھیں آزاد کرتے ہیں
رہا کرتا ہے اہلِ غم کو کیا کیا انتظار اس کا
کہ دیکھیں وہ دلِ ناشاد کو کب شاد کرتے ہیں
یہ کہہ کہہ کر بسر کی عمر ہم نے قیدِ اُلفت میں
وہ اب آزاد کرتے ہیں، وہ اب آزاد کرتے ہیں
ستم ایسا نہیں دیکھا جفا ایسی نہیں دیکھی
وہ چپ رہنے کو کہتے ہیں جو ہم فریاد کرتے ہیں

یہ بات اچھی نہیں ہوتی یہ بات اچھی نہیں کرتے
ہمیں بے کس سمجھ کر آپ کیوں برباد کرتے ہیں
کوئی بسمل بناتا ہے جو مقتل میں ہمیں بسمل
تو ہم ڈر کر دبی آواز سے فریاد کرتے ہیں

رام پرشاد بسمل
ماخوذ از "کانگریس پشپا نجلی۔ مؤلفہ، ٹیک چند بھارتی۔ مطبوعہ، فاروقی پریس سہارنپور ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۶۵۲

دور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

ہم بھی آرام اُٹھا سکتے تھے گھر پر رہ کر　　ہم کو بھی پالا تھا ماں باپ نے دکھ سب سہہ کر
وقتِ رخصت انھیں اتنا بھی نہ آئے کہہ کر　　گود میں آنسو کبھی ٹپکے جو رخ سے بہہ کر
طفل ان کو ہی سمجھ لینا جی بہلانے کو

دیش سیوا ہی کا بہتا ہے لہو نس نس میں　　اب تو کھا بیٹھے ہیں چتّوڑ کے گڑھ کی قسمیں
سرفروشی کی ادا ہوتی ہیں یوں ہی رسمیں　　بھائی خنجر کے گلے ملتے ہیں سب آپس میں
بہنیں تیّار چتاؤں پہ ہیں جل جانے کو

نوجوانو جو طبیعت میں تمھارے کھٹکے　　یاد کر لینا کبھی ہم کو بھی بھولے بھٹکے
آپ کے عضوِ بدن ہو دیں جدا کٹ کٹ کے　　اور سر چاک ہو ماتا کا کلیجہ پھٹ کے
پر نہ ماتھے پہ شکن آئے قسم کھانے کو

اپنی قسمت میں ازل سے ہی ستم رکھّا تھا　　رنج رکھّا تھا محن رکھّا تھا غم رکھّا تھا
کس کو پرواہ تھی اور کس میں یہ دم رکھّا تھا　　ہم نے جب وادیٔ غربت میں قدم رکھّا تھا
دور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

اپنا کچھ غم ہی نہیں پر یہ خیال آتا ہے
مادرِ ہند پہ کب تک یہ زوال آتا ہے
دیش آزادی کا کب ہند میں سال آتا ہے
قوم اپنی پہ تو رہ رہ کے ملال آتا ہے
منتظر رہتے ہیں ہم خاک میں مل جانے کو

رام پرشاد بسمل
ماخوذ از "آہِ بیکس" ، عرق "آزادی کی لہر" ، مرتّبہ بھائی شیو پرشاد ، کرشنا پرنٹنگ پریس ، جگادھری۔
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۱

اُمّید کی جھلک

عروجِ کامیابی پر کبھی ہندوستاں ہوگا
رِہا صیّاد کے ہاتھوں سے اپنا آشیاں ہوگا

چکھائیں گے مزا بربادیٔ گلشن کا گلچیں کو
بہار آجائے گی اُس دن جب اپنا باغباں ہوگا

وطن کی آبرو کا پاس دیکھیں کون کرتا ہے
سنا ہے آج مقتل میں ہمارا امتحاں ہوگا

جدا مت ہو میرے پہلو سے اے دردِ وطن ہرگز
نہ جانے بعد مُردن میں کہاں اور تو کہاں ہوگا

یہ آئے دن کی چھیڑ اچھّی نہیں اے خنجرِ قاتل
بتا کب فیصلہ ان کے ہمارے درمیاں ہوگا

شہیدوں کی چتاؤں پر لگیں گے ہر برس میلے
وطن پر مرنے والوں کا یہی باقی نشاں ہوگا

کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ جب سوراج دیکھیں گے
جب اپنی ہی زمیں ہوگی اور اپنا آسماں ہوگا

نا معلوم (منسوب بہ رام پرشاد بسمل)
ماخوذاز "کرانتی گیتانجلی"، مرتّبہ و ناشر، ہلاس ورما پریمی، بھارتیہ پریس، دہرہ دون سنہ ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۷۳

وطن کے واسطے جینا، وطن کے واسطے مرنا

روا ہے بُلبُلِ شیدا چمن کے واسطے مرنا
وطن کے واسطے جینا وطن کے واسطے مرنا
وطن سے دُور کیا پردیس جائیں حضرتِ بسملؔ
نہیں بہتر کہیں دو گز کفن کے واسطے مرنا

دیگر

خاک ہونا ہے مجھے خاک کی ہستی کیا ہے
چار دن بعد بتادوں گا کہ مستی کیا ہے
وہ بلندی پہ ہیں آج اُن کا ستارا ہے بلند
اس سے آگاہ نہیں کچھ بھی کہ پستی کیا ہے
نیستی سے انھیں آگاہ کرو اے بسملؔ
جو سمجھتے ہی نہیں دل میں کہ ہستی کیا ہے

بسملؔ (رام پرشاد)

ماخوذ از "انقلاب زندہ باد کی لہر" عرف "آزادی کا پھول"، ناشر، بھائی شیو پرساد، فاروقی پریس، سہارنپور۔

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۶۰۹

شہیدِ کاکوری اشفاق اللہ خاں کی آخری نظم

(یہ نظم شہید اشفاق اللہ خاں نے گرفتار ہونے سے پانچ دن پہلے لکھی تھی)

بہار آئی ہے شورش ہے جنونِ فتنہ ساماں کی
الٰہی خیر رکھنا تو مرے جیب و گریباں کی
بھلا جذباتِ اُلفت بھی کہیں مٹنے سے مٹتے ہیں
عبث ہیں دھمکیاں دار و رسن کی اور زنداں کی
وہ گلشن جو کبھی آزاد تھا گزرے زمانے میں
میں ہوں شاخِ شکستہ ہاں اُسی اُجڑے گلستاں کی
نہیں تم سے شکایت ہم صفیرانِ چمن مجھ کو
مری تقدیر ہی میں تھا قفس اور قید زنداں کی
زمیں دشمن، زماں دشمن، جو اپنے تھے پرائے ہیں
سنو گے داستاں کیا تم مرے حالِ پریشاں کی
یہ جھگڑے اور بکھیڑے میٹ کر آپس میں مل جاؤ
عبث تفریق ہے تم میں یہ ہندو اور مسلماں کی
سبھی سامانِ عشرت تھے مزے سے اپنی کٹتی تھی
وطن کے عشق نے ہم کو ہوا کھلوائی زنداں کی

بحمداللہ چمک اُٹھا ستارہ میری قسمت کا
کہ تقلیدِ حقیقی کی عطا شاہِ شہیداں کی
اِدھر خوفِ خزاں ہے، آشیاں کا غم اُدھر دل کو
ہمیں یکساں ہے تفریحِ چمن اور قیدِ زنداں کی

اشفاق اللہ خاں

ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی، امرتسر، مئی ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۶۴۲

ترانۂ جنگ

بڑھو بہادرو بڑھو! عَلَم وطن کا کھول کر
کرو مقابلہ عُدو کا تیغ تول تول کر
وطن کی آن تم سے ہے۔ وطن کی شان ہو تم ہی
وطن کی لاج تم سے ہے، وطن کا مان ہو تم ہی
وطن کے حلقہ ہائے غم بہادری سے کاٹ دو
خلیجِ بزدلی کو اپنی خاکِ پا سے پاٹ دو
فلک کو لاکھ بیر ہو۔ عدو کو لاکھ لاگ ہو
تمھاری سَدِّ راہ آج خون ہو نہ آگ ہو
لڑو تو اس طرح لڑو بہادری نثار ہو
مقابلہ ہو موت سے تو موت شرمسار ہو
غنیم کو ڈھکیل دو۔ عدو کے سر پہ جا چڑھو
ظفر تمھارے ہاتھ ہے۔ بڑھے چلو۔ بڑھو! بڑھو!
وہ نعرہ ہائے دِل شکن نہیبِ رعد بن گئے
گرج کے مردِ صف شکن رقیبِ رعد بن گئے

بہادروں کی ہمّتوں کو اذنِ جنگ مِل گیا
وہ زندگی کے رنگ میں قضا کا رنگ مِل گیا
کٹیں گے سر ٹلیں گی اب بلائیں ملک و قوم کی
کمک کو آرہی ہیں وہ دعائیں ملک و قوم کی

وقارؔ انبالوی

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں" مرتّبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۶ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۲

ترانۂ آزادی

بھارت کے اے سپوتو آؤ گلے لگائیں اپنی تباہیوں کا افسانہ کہہ سنائیں
سب ایک ہو کے نغمے آزادیوں کے گائیں پچھلی مصیبتوں کو اب دل سے بھول جائیں
بھارت کی پاک دیوی ملنے کو آرہی ہے
آزادیوں کا جھنڈا ہمراہ لا رہی ہے
اک نور ہے جو سر سے پا تک برس رہا ہے گویا مسرتوں کا چشمہ اُبل رہا ہے
انداز والہانہ، اقدام جاں فزا ہے ہر ذرّۂ چمن اب بیدار ہو گیا ہے
مانندِ رنگ و بو ہیں ہم ہند کے چمن میں
کتنی ہی ملّتیں ہوں سب ایک ہیں وطن میں
اب وقت آگیا ہے اُٹھیں بہار بن کر پھولوں کی انجمن کے نقش و نگار بن کر
تارِ رباب، ہستی، موجِ شرار بن کر جوشِ عمل کی ضو میں اک تاجدار بن کر
گلزارِ حریّت میں کچھ تازہ گل کھلا دیں
پیشانیٔ وطن پر دھبّا جو ہے مٹا دیں

عمر انصاری

ماخوذ از "آزادی کی نظمیں"، مرتبہ سبط حسن۔ ناشر، حلقۂ ادب، لکھنؤ ۱۹۴۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۲

پیامِ بیداری

اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

اٹھو چشمِ غفلت ذرا مل کے دیکھو دگرگوں ہے حالت اُٹھو چل کے دیکھو
نئے ولولے ہیں
نئے حوصلے ہیں
نئے دور کے سب جواں منچلے ہیں

اُٹھو اِن جوانوں کا پیغام سُن لو نہیں ہے یہ ہنگامِ آرام سُن لو
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

دلیرو اُٹھو وقت ہے امتحاں کا اُٹھو توڑ کر جال خوابِ گراں کا
یہ غفلت بُری ہے
یہ عادت بُری ہے
خدا جانتا ہے یہ حالت بُری ہے

یہی حال ہے تو پریشان ہو گے ابھی وقت ہے پھر پشیمان ہو گے
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

کرو اپنے دل میں کچھ احساس پیدا کہ ہوں "جاں نثارِ وطن داس" پیدا
بنو مردِ میداں
کرو جان قرباں
بلیدان ہے نوجوانوں کے شایاں

وطن پر تصدق کرو زندگانی کہ یہ موت ہے زیستِ جاودانی
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!
جوانو نہیں وقت اب بیش و پس کا کہ یہ "روگ" ہے اب تمہارے ہی بس کا
تمہیں ہو مسیحا
کرو کچھ مداوا
جوانو! وفا کا یہی ہے تقاضا
وفا کے لیے جان پر کھیل جاؤ یہ اک کھیل ہے آن پر کھیل جاؤ
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!
سُنو اُٹھ کے پیغامِ لعل و جواہر بڑھو کٹ مرو جاں نثار و وطن پر
جو آزاد ہو گا
تو آباد ہو گا
وگرنہ یونہی دیش برباد ہو گا
اُٹھو نوجوانو! سماں کو بدل دو جہاں تو جہاں آسماں کو بدل دو
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!
اُٹھو انتہا ہو گئی بے دلی کی اُٹھو گر تمہیں قدر ہے زندگی کی
کفن زیبِ سر ہو
تو سر ہاتھ پر ہو
قضا کا نہ مطلق کسی کو خطر ہو
چلو سوئے میدان بن کے سپاہی وطن کے پجاری وطن کے سپاہی
اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

ذرا تو وطن کی غریبی کو دیکھو — سیہ بختی و بد نصیبی کو دیکھو

اُٹھو جاں نثارو

وطن کے ستارو

غلامی کی لعنت کو سر سے اُتارو

قسم کھاؤ سُوراج لیکر رہیں گے — کہو! کل نہیں آج سے کر رہیں گے

اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

اگرچہ یہ منزل نہایت کڑی ہے — حوادث کا خطرہ یہاں ہر گھڑی ہے

جفا سے نہ ڈرنا

بلا سے نہ ڈرنا

یہاں تک کہ اپنی قضا سے نہ ڈرنا

بلا سے اگر جان جاتی ہے جائے — مگر آنچ آنِ وطن پر نہ آئے

اُٹھو نوجوانو! اُٹھو نوجوانو!!

فریڈم نہیں دھمکیوں سے ملے گی — یہ نعمت تو قربانیوں سے ملے گی

شہادت کے پیاسے

نڈر ہر جفا سے

وطن کو چھڑائیں گے دامِ بلا سے

جو ہمت ہے دل میں تو صابرؔ یقیں ہے — کہ آزاد ہونا بھی مشکل نہیں ہے

نوبہار سنگھ صابرؔ ٹوہانوی

ماخوذ از "پیامِ بیداری"، مولفہ سردار نوبہار سنگھ صابرؔ، مطبوعہ چندر گپت پریس، دہلی

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آر کائیوز

اندراج نمبر ۲۶۰۶

آثارِ آزادی

نہ کیوں ہوں اہلِ بھارت برسرِ پیکارِ آزادی
کہ دنیا میں ہر اک انسان ہے حقدارِ آزادی
لگا لو ہتھکڑی جب تک تمھارا زور ہے، اک دن
اِنھیں ہاتھوں سے ہونا ہے علمبردارِ آزادی
ہٹا لو سر سے خنجر یا اُڑا دو سر کو خنجر سے
بہر صورت میسّر ہے ہمیں دستارِ آزادی
نہ بیٹھیں گے نہ دم لیں گے برابر بڑھتے جائیں گے
پہنچ جائیں گے زیرِ سایۂ دیوارِ آزادی
پلا قاتل کہ ہم جامِ شہادت کو ترستے ہیں
اسی مئے کو پیا کرتے ہیں بادہ خوارِ آزادی
ذرا ٹھہرو مجھے پھانسی کا پھندہ چوم لینے دو
یہی تو ہے شہیدوں کے گلے کا ہارِ آزادی
محبّانِ وطن بیتاب ہیں قربان ہونے کو
ہویدا ہو گئے ہیں دیش میں آثارِ آزادی

وہ دل ہی دل نہیں پہلو میں کوئی سنگ ریزہ ہے
نہ جس میں جوشِ حُبِّ قوم ہو نہ پیارِ آزادی
وہ آنکھیں داغِ پیشانی ہیں اُن کو چھوڑ دو صابرؔ
نہیں موجود جن میں حسرتِ دیدارِ آزادی

نوبہار سنگھ صابرؔ ٹوہانوی

ماخوذ از "پیامِ بیداری"، مولفہ سردار نوبہار سنگھ صابرؔ، مطبوعہ چندر گپت پریس، دہلی
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۰۶

شہابِ ثاقب

الٰہی ہند کب آزاد ہوگا
دلِ مضطر ہمارا شاد ہوگا
اُجاڑا باغباں نے خود جسے ہو
گلستاں وہ کبھی آباد ہوگا
نہ ہو گر مارشل لأ سے تسلّی
تو اِک حربہ نیا ایجاد ہوگا
مصیبت میں کسی کا دستِ اُلفت
کرم پر یہ کرم ایزاد ہوگا
جلادے سوزِ دل سے جسم خاکی
ترا اُجڑا جہاں آباد ہوگا
کٹے گی آخرش اُس دن غلامی
یہ دل کمبخت جب آزاد ہوگا

کنہیالال ثاقب

ماخوذ از ہفتہ وار کڑک کلاہور، ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج ۲ء

نوحۂ وطن

صد حیف کہ بھارت ہے گرفتارِ محن وائے۔ اے وائے وطن وائے
پامالِ ستم ہائے خزاں ہے یہ چمن وائے۔ اے وائے وطن وائے
اک سمت نفاق ایک طرف جہلِ ضلالت۔ ناگفتہ ہے حالت
پھر اس پہ غلامی کا یہ سیلابِ قفس وائے۔ اے وائے وطن وائے
برسوں سے ہے اس دیش پر اغیار کا قبضہ۔ اشرار کا قبضہ
ہیں بلبلِ شیدا کی جگہ زاغ و زغن وائے۔ اے وائے وطن وائے
جب دیکھئے اغیار کی اک طرفہ جفا ہے۔ محشر سا بپا ہے
روتے ہیں گلے مل کے جوانانِ وطن وائے۔ اے وائے وطن وائے
ناگفتہ بہ حالت ہے اب اِس اُجڑے چمن کی۔ مرے پیارے وطن کی
اے وائے وطن وائے وطن وائے وطن وائے۔ اے وائے وطن وائے

جان بل

ماخوذ از ہفتہ وار کرٹک، لاہور، ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۷۱

غزل

قوم کا دردِ محبّت قوم کے پیاروں میں ہے
ہے وہی آزاد جو ملکی گرفتاروں میں ہے
آتشِ حُبِّ وطن ہے پارہ ہائے قلب میں
قوم کا سوزِ محبّت میرے انگاروں میں ہے
دیکھ اے مصروفِ راحت دیکھ اے عشرت پسند
تیری رُسوائی زمانے بھر کے بازاروں میں ہے
کیا تیرے دل میں بھی ہے حُبِّ وطن، دردِ وطن
تو بھی کیا اس کے گرفتاروں میں بیماروں میں ہے
قوم کی آواز پر لبیک کہہ میداں میں آ
تیرا دعویٰ ہے تُو باغیرت ہے خودداروں میں ہے
گر سعادتمند ہے تو کاٹ اُس کی بیڑیاں
مادرِ ہندوستاں بھی اب گرفتاروں میں ہے

قبضۂ اغیار میں مجبوس ہے، مجبور ہے
المدد اے اہلِ ہمت ہند لاچاروں میں ہے
گاہ بزمِ وعظ میں ہے گاہ بزمِ رقص میں
تو بھی اختر کس مزے کا آدمی یاروں میں ہے

للتا پرشاد اختر سہارنپوری

ماخوذ از " انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند" ، فاروقی پریس، سہارنپور

ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

وطن قید سے اب چھڑانا پڑے گا

محبّت کا حلقہ بڑھانا پڑے گا
کہ رنگِ دوئی کو مٹانا پڑے گا
قدم راہِ حق پر جمانا پڑے گا
شجاعت کا جوہر دکھانا پڑے گا
وطن کی محبّت میں اے ہندیو اب
زر و مال اپنا لٹانا پڑے گا
ذرا نیند سے اب تو جاگو خدارا
بہت سوئے میداں میں آنا پڑے گا
لباسِ غلامی جلانا پڑے گا
وطن قید سے اب چھڑانا پڑے گا
اگر تم ہو ہندی تو یہ یاد رکھنا
کہ سر کو وطن پر کٹانا پڑے گا
ہوا گر نہ طے اپنے بھارت کا قصّہ
تو کوئے شہیداں بسانا پڑے گا
ہیں ہندو مسلمان دونوں برابر
اب آپس میں اُن کو نبھانا پڑے گا

کیا ظلم جس نے ہمارے وطن پر
مزہ اس کا اُن کو چکھانا پڑے گا
انہیں خوب گولی چلانے دو یارو
ہمیں اپنا چرخہ چلانا پڑے گا
ترقّی اگر چاہتے ہو وطن کی
گلا آفتوں میں پھنسانا پڑے گا
ہمیں جرمنوں کا بھی باوا سمجھنا
جو بگڑے تو لندن کو جانا پڑے گا
سنو نوجوانو! یہ کہتا ہے عثماںؔ
کہ ظالم کو نیچا دکھانا پڑے گا

عثمانؔ حامد

ماخوذ از " دردِ وطن"، مرتّبہ کامریڈ عثمان حامد، عبّاسی لیتھو آرٹ پریس، کراچی۔
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۴۳

اتّحاد

حالت بہت خراب ہے ہندوستان کی
کچھ فکرِ چارہ سازئ بیمار کیجیے
آپس کی کھینچ تان میں کچھ فائدہ نہیں
موقوف روز روز کی تکرار کیجیے
انجام آپ دیکھ چکے اختلاف کا
اب اتّحادِ قوم پہ اصرار کیجیے
بیجا ہے یہ کہ فرقہ پرستی کے جوش میں
بے جا مطالبات کی بھرمار کیجیے
ہے اتّحاد ہی میں نجات اہلِ ہند کی
اس امرِ واقعی سے نہ انکار کیجیے
ہرگز نہیں ہے ہندو و مسلم میں فرق کچھ
کیوں امتیازِ کافر و دیندار کیجیے
بیدار پہلے ہو جیئے غفلت کے خواب سے
پھر انتظارِ دولتِ بیدار کیجیے

منوہر سہائے انورؔ

ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتّبہ بھائی شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱

ایک طرحی غزل کے منتخب اشعار

باغی ہوں میں ازل سے بغاوت شعار ہوں
کم مجھ سا باغیوں میں کوئی نامور ہے آج

ہے شیرخوارگی سے بغاوت جو میرا وِرد
میری ہر ایک بات بغاوت اثر ہے آج

لائی ہیں رنگ میری بغاوت سرائیاں
یعنی دیارِ ہند بغاوت کا گھر ہے آج

ہے اس سے بڑھ کے اور بغاوت کا کیا ثبوت
مفقود ہندیوں سے فرنگی کا ڈر ہے آج

مسٹر ڈلٹر باوا صاحب بہادر

ماخوذ از (پولٹیکل طرحی مشاعرہ) روزانہ ویر بھارت، لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۹۷

کہیں پیچھے نہ ہٹنا مردِ میدانِ وفا ہو کر

اُٹھو اے نوجوانو ! جوشِ رحمت کی گھٹا ہو کر
جگا دو غافلانِ ہند کو بانگِ درا ہو کر
تمھاری منتظر ہے شوکت و توقیرِ مستقبل
امر ہو جاؤ آزادیٔ بھارت پر فدا ہو کر
پھر آئی ہے منانے کے لیے اس دور میں تم کو
وہ آزادی جو تم سے روٹھ بیٹھی تھی خفا ہو کر
قدم جو بڑھ چکا ہے اور بڑھنا چاہیے آگے
کہیں پیچھے نہ ہٹنا مردِ میدانِ وفا ہو کر
غلط ثابت کرو یہ قول دیکھو لوگ کہتے ہیں
کہ آزادی کا چرچا رہ گیا اِک تذکرا ہو کر
نہ دیں اغیار طعنے عزم کی ناکامیابی پر
کہ بچّوں کا تماشہ تھا، ہوا اور رہ گیا ہو کر
یہ جذبہ جو ہوا ہے از سرِ نو ملک میں پیدا
سمجھ لو کچھ نہ کچھ اس کا رہے گا فیصلہ ہو کر
کوئی حد بھی ہے آخر جور و استبداد کی صاحب
کوئی کب تک رہے خاموش مجبورِ جفا ہو کر

طلسمِ سامری کو توڑ ڈالو اپنی قوّت سے
سرِ فرعون پر دو ضرب موسٰی کا عصا ہو کر
بتادو ہم وہی ہیں جن سے لرزاں سارا عالم تھا
کرو آزاد اب بھارت کو وقفِ معرکہ ہو کر
اگر احساس ہے کچھ تم کو زندانِ غلامی کا
تو زنجیرِ غلامی توڑ دو۔ نکلو رِہا ہو کر

کنور ہری سنگھ جرّی

ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ شیو پرشاد کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری۔

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱

شامِ غُربت

دیکھتا ہوں چھا رہی ہے ہر طرف
شامِ غُربت آج ہندوستان میں
یہ بھی کوئی زندگی ہے جب نہیں
خشک ٹکڑا قسمتِ انسان میں
سینکڑوں فاقوں کے مارے جا بسے
قوم کے فرزند قبرستان میں
حاکموں کے سگ ہیں پلتے دُودھ پر
آپ کی دولت سے انگلستان میں
پر تمھیں ملتی نہیں نانِ جویں
جان آئے کس طرح سے جان میں
مال و دولت جا رہا ہے رات دن
لُٹ کے انگلستان میں جاپان میں
سب غلامی کے کرشمے ہیں علؔی
آج غُربت ہے جو ہندوستان میں

علی حسین شاہ علؔی

ماخوذ از "صدائے درد"، مصنّفہ سید علی حسین شاہ علؔی، رنجیت برقی پریس، سیالکوٹ۔

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۰۷

غزل

کیا ہوا چلتی ہے تلوار دو دھارا ہو کر
حوصلہ مجھ کو بچائے گا کنارا ہو کر
قوم کے واسطے یہ جان جو مٹ جائے گی
نام چمکے گا مرے بعد ستارا ہو کر
مر کے مٹّی سے بھی نکلے گی صدا ہائے وطن
چل گئی سیس پہ بیداد جو آرا ہو کر
مر کے بھی درد نہ بھارت کا مٹے گا دل سے
خون تڑپے گا مرا جوش سے پارہ ہو کر

کشن چند زیباؔ

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند" فاروقی پریس، سہارنپور
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۴۵۸

قربان گاہِ آزادی

مقرّر نقدِ جاں ہے جنسِ آزادی کا بیعانہ
یہاں چڑھتے ہیں سَرِ دستار ہے بے قدر نذرانہ
بتاؤں میں تجھے دستورِ قرباں گاہِ آزادی
اگر دل میں ہو تیرے اضطراب وسوزِ پروانہ
وقارِ قوم کی بنیاد ذوقِ سرفروشی ہے
نہیں بنتا زمیں پر اینٹ گارے سے یہ کاشانہ
جہاں ہر ایک ذرّہ تشنۂ خونِ شہیداں ہے
قدم اُس سرزمیں پر تو نے رکھّا ہے دلیرانہ
وفا کوشوں کی صف میں کام کیا راحت پرستوں کا
کہ اس محفل میں بس پروانگی پاتا ہے پروانہ
طلب میں شوقِ صادق ہو اگر پیدا تو بن جائے
دلِ صد چاک زلفِ شاہدِ مقصود کاشانہ
لیا جب سر ہتھیلی پر تو فکرِ عاقبت کیسی
قدم میداں میں رکھّا ہے تو رکھ ہمّت بھی مردانہ

انعام اللہ خاں ناصر حسن پوری
ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر"، مرتّبہ شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری۔
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۱

ندائے وقت

خبر ہے بن گئے ہو کیا سے کیا ہندوستاں والو
نہیں تم سا کوئی بے مدّعا ہندوستاں والو

رہو گے تابکے اس طرح پامالِ خزاں ہو کر
نہ ہونے دو وطن نذرِ فنا ہندوستاں والو

جہاں تک ہو سکے تفریقِ باہم کو مٹا ڈالو
بنو آپس میں تم درد آشنا ہندوستاں والو

خدا کے لطف سے کشتی تمھاری پار اترے گی
بنو تم آپ اس کے ناخدا ہندوستاں والو

ضرورت کے مطابق ہر طرف ہنگامہ آرا ہو
اگر چاہو کرو محشر بپا ہندوستاں والو

ندائے وقت ہے زحمت کشوں کے ہاتھ نصرت ہے
نہ کوسو اپنا بختِ نارسا ہندوستاں والو

رہے جُگ جُگ جہاں میں طبلۂ عطّار گاندھی کا
ہوئی ہے عطر بیز اس سے فضا ہندوستاں والو

ہے وقتِ امتحاں اب دیکھیے کیا کر دکھاتے ہو
بڑا ہو جائے کام ایثار کا ہندوستاں والو
فدا بجلی کی فرمائش کا حاصل ہے یہ لختِ دل
کڑک اِس کی تمھیں دے گی جگا ہندوستاں والو

پنڈت دتّہ پرشاد فدا

ماخوذ از ہفتہ وار کڑک لاہور، ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۷۱

راوی کی ہوائیں

سمتِ راوی سے دل افروز ہوائیں آئیں
لے کے آزادی کا پیغام فضائیں آئیں

کانگرس کیمپ سے آزادی کے بادل اُٹھے
خیر مقدم کرو رحمت کی گھٹائیں آئیں

جسم تو کیا ہے وہ جانوں کو بھی دیں گی حرکت
ہم کو بیدار بنانے وہ صدائیں آئیں

غیر کی جو کبھی شرمندۂ احساں نہ بنیں
پھر اُمنگوں پہ وہی اپنی ادائیں آئیں

نذر اقبال کی دینے کو دعائیں آئیں
مادرِ ہند کی لینے کو بلائیں آئیں

دَورِ ظلمت کا گیا روشنی کا دَور آیا
نور آزادی کا برسانے شعائیں آئیں

ہم پہ ہر دم جو جفائیں رہا کرتی تھیں سوار
بخشوانے کو وہی اپنی خطائیں آئیں

جور اور جبر کا ہوتا ہے زمانہ رخصت
ہاتھ باندھے ہوئے دیکھو وہ جفائیں آئیں

جھومتی جھامتی پیغامِ عمل لائی ہیں
گرمیاں کرتی ہوئی ٹھنڈی ہوائیں آئیں

ساغر اکبر آبادی

ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱

انقلاب! انقلاب!!

انقلاب زندہ باد　　زندہ باد انقلاب
انقلاب لا جواب　　لا جواب انقلاب
انقلاب ! انقلاب!!

اِدھر سے سرفروشیاں　　اور اس پہ گرم جوشیاں
اُدھر سے ستم کوشیاں　　اِدھر سے ہیں خموشیاں
خموشیوں میں انقلاب　　زندہ باد انقلاب
انقلاب! انقلاب !!

اُدھر سے ڈنڈا بازیاں　　اِدھر سے بے نیازیاں
اُدھر سے فتنہ سازیاں　　کمال کی غمّازیاں
اِدھر سے جانگذاریاں　　اُدھر سے ترک تازیاں
اُن ہی کی حیلہ سازیاں　　بپا کریں گی انقلاب
انقلاب ! انقلاب !!

اُدھر ہیں چیرہ دستیاں　　اِدھر ہیں فاقہ مستیاں
ہیں آرزو کی بستیاں　　یہ انقلابی ہستیاں
جو جھیلتی ہیں سختیاں　　ہے سختیوں میں انقلاب
انقلاب ! انقلاب !!

چاہتے ہو انقلاب　　سختیوں سے اجتناب
نوجواں کا انقلاب　　شاندار انقلاب
روس کا تھا انقلاب　　ایشیا کا انقلاب
ہند کا یہ انقلاب　　ہے جہاں کا انقلاب
وہ بھی تھا اِک انقلاب　　یہ بھی ہے اِک انقلاب
ہر طرف سے انقلاب　　لو وہ دیکھو انقلاب
آرہا ہے انقلاب　　زندہ باد انقلاب

انقلاب! انقلاب!!
زندہ باد انقلاب

شولال بسمل

ماخوذ از "انصاف کا خون" مصنفہ پنڈت شولال بسمل، نریندر الیکٹرک پریس، لائیلپور
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۱۲

غلامی کا طوق اُتار پھینکو

نثار ملک پہ ہو جا کہ زندگی ہے یہی
وقارِ قوم کا قائم ہو تو، رہے نہ رہے
نہ گھٹنے پائے کسی طرح آبروئے وطن
نہ کر غم اس کا تری آبرو رہے نہ رہے
اُتار پھینک غلامی کا طوق گردن سے
بلا سے اس میں سلامت گلو رہے نہ رہے
جدا کبھی بھی نہ ہو آرزوئے آزادی
دلوں میں اور کوئی آرزو رہے نہ رہے
وطن کے غم میں بہا اشکِ خوں تو بہتر ہے
تری رگوں میں رواں پھر لہو رہے نہ رہے
جہاں میں چاہیے کچھ تجھ کو قوّت بازو
نمودِ شوکت و شانِ عدو رہے نہ رہے

اظہر حسن زاہدی

ماخوذ از "آہِ بیکس"، عرف "آزادی کی لہر"، مرتّبہ بھائی شیو پرشاد کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱

شہادت کی تمنّائیں

غلامی کیا ہے اِک تصویر ہے انساں کی ذلّت کی
یہی ذلّت محافظ ہے ستم رانوں کی عزّت کی
جہاں توہین کرتے ہیں حقوقِ آدمیت کی
اُسی بستی میں ہوتی ہے شکست احکامِ فطرت کی
اگر ہے دیکھنا تصویر جورِ قیصریت کی
تو دیکھو غور سے حالت مری محکوم ملّت کی
زمینِ دہلی و لاہور کہتی ہے سُن اے ہندی
مرے ہر ایک ذرّہ میں ہے تُربت تیری حسرت کی
جہاں چرخِ وطن پر چھا رہا ہو ابرِ محکومی
دکھائی دے وہاں کیا شکل مہرِ آدمیت کی
وہ ہنگامہ بدامن بھی ہوں لیکن دب ہی جائے گی
فغانِ اہلِ محنت سے نوائیں سازِ دولت کی
ہمارے جوشِ آزادی کے پردے میں ہے وہ جذبہ
نہاں ہیں جس کے دامن میں تمنّائیں شہادت کی

اظہر امرتسری

ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی امرتسر، مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۴۵

اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

نعروں میں غازیوں کے۔ نغموں میں شاعروں کے
خُطبوں میں واعظوں کے۔ اشکوں میں زاہدوں کے
اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

ہے تجھ سے ہم کو اُلفت۔ دل کو ہے تیری حسرت
ہے غیر اپنی حالت۔ اس وقت ہے ضرورت
اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

جوشِ فرنگ تجھ سے۔ سب صلح وجنگ تجھ سے
ساری اُمنگ تجھ سے۔ سب راگ ورنگ تجھ سے
اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

ناقوس کی فغاں میں۔ آوازۂ اذاں میں
گلشن میں گلستاں میں۔ ہاں ہاں اِسی خزاں میں
اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

نہرو کی التجا میں۔ آزاد کی صدائیں
گاندھی کی آتمائیں۔ اور ہند کی دُعائیں
اے حُرّیت کی دیوی! ہندوستان آجا

جیل بھارت باسیوں کو دھرم شالہ ہوگیا

پھر سے بھارت ورش تیرا بول بالا ہو گیا
فیضِ گاندھی سے اندھیرے میں اُجالا ہوگیا

ہوگیا کلجگ میں ست جُگ ستیہ کے پرکاش سے
پھول کانٹوں سے نکل کر پشپ مالا ہو گیا

تم جسے سمجھے تھے اپنا ڈس لیا اُس نے تمھیں
آخرش گورا تمھارے حق میں کالا ہو گیا

بے خطا چھوٹے بڑے اہلِ وطن مارے گئے
سُرخرو تم ہوگئے منھ اُن کا کالا ہو گیا

دھرم کی اب شاخ دیکھو پھولنے پھلنے لگی
با اثر ہر صابر و شاکر کا نالا ہو گیا

لیڈروں نے اس طرح سے جیل خانے بھر دیئے
منھ دھواں ظالم کا جیلر کا دیوالہ ہو گیا

اے چمن یہ دیکھ لینا لے کے نکلیں گے سوراج
جیل بھارت باسیوں کو دھرم شالہ ہو گیا

رام سروپ چمن لکھنوی

ماخوذ از "بسمل کی تڑپ اور کسانوں کی درد شا"، مرتبہ رام سروپ چمن لکھنوی، مطبوعہ رام سناتن پریس لکھنؤ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۷۲

موت بہتر ہے اگر آزادی کامل نہیں

مانگا پہلے اب نہ مانگیں گے، مگر لیں گے ضرور
حقِّ آزادی، کہ ہم حقدار ہیں سائل نہیں
زندگی آزادگی، آزادگی ہے زندگی
موت بہتر ہے اگر آزادئ کامل نہیں
کر گیا چٹ تیری محنت کا ثمر سرمایہ دار
تجھ کو فاقہ کے سوا مزدور! کچھ حاصل نہیں
ہے سَوِیّت سے عیاں آزادئ کامل کہ یاں
مال، مالِ قوم ہے ملکیت کامل نہیں
کان کھودیں اور زمیں جوتیں کسان اور پیشہ ور
آہ! ہنگامِ تمتّع کچھ اِنھیں حاصل نہیں
جاگ اے منصوؔر دیکھو وہ ندا آنے لگی
قوم کی دولت ہے دولت، دولتِ کاہل نہیں

فیروز الدین منصوؔر
ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی، امرتسر، جولائی ۱۹۲۹ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۴۹

ہندوستانیوں کا گیت

دُنیا کو دکھا دیں گے ہم خُلد کا نظّارہ
پھر ہو گا وطن اپنا تہذیب کا گہوارہ
دیکھیں گے نئے جلوے ہم روح کی مُکتی کے
کر دیں گے فنا تجھ کو اے خواہشِ امّارہ
چھیڑا ہے جو مُطرب نے پھر نغمۂ آزادی
آنکھوں سے رواں آنسو ہیں صورتِ فوّارہ
کب تک ہمیں رکھّے گا اے چرخِ ستم پیشہ
سرگشتہ و آوارہ - درماندہ و بیچارہ
شمشیرِ ستم اپنا کیا نقش مٹائے گی
ہم لیں گے جنم بھارت! امر کر یہیں دوبارہ
پہنچائیں گے ہم ٹھنڈک جلتے ہوئے سینوں کو
ہم اُن کی دوا ہوں گے جو قلب ہیں صد پارہ

دل جس کا نہ بھر آئے اوروں کی مصیبت پر
ہے بارِ زمیں بیشک وہ ہستیٔ ناکارہ
ظُلمت کی گھٹا درشن ہو جائے گی صد پارہ
پہنچے گا بُلندی پر جب قوم کا سیّارہ

لالہ شگن چند درشن
ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری۔

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۱۷۱

جنّت سے بھی عزیز ہے خاکِ وطن مجھے

مر کر ملی ہے چادرِ خاکِ وطن مجھے
مٹّی نے اس زمیں کی دیا ہے کفن مجھے

بھارت کی گردِ راہ ہے مشکِ ختن مجھے
جنّت سے بھی عزیز ہے خاکِ وطن مجھے

چُپ لگ گئی ہے اب نہیں تابِ سخن مجھے
مہرِ دہن ہے تیری جبیں کی شکن مجھے

چشمِ کرم ہے تجھ سے بتِ تیغ زن مجھے
روٹھی ہوئی نگاہ نہیں دل شکن مجھے

راس آئے کیا فراق میں سیرِ چمن مجھے
غنچے دکھا رہے ہیں جبیں پر شکن مجھے

مٹ مٹ کے گردِ راہِ وطن بن رہا ہوں میں
پیسے ہزار گردشِ چرخِ کہن مجھے

اکسیر ہے نظر میں مری خاکِ پاکِ ہند
اُجڑا ہوا دیار ہے فخرِ زمن مجھے

سوز و گدازِ غم کا ہوں افسانۂ خموش
سمجھو برنگِ ساز سراپا سخن مجھے

میں غنچۂ فسردہ ہوں گلزارِ دہر میں
بادِ بہار کر نہ سکی خندہ زن مجھے

لیتا ہوں حادثاتِ زمانہ سے میں سبق
عبرت کا ہے مقام یہ دار المحن مجھے

میں ہو گیا ہوں گردشِ دورانِ کارزار
اب انقلابِ دہر نہیں دل شکن مجھے

چکرا رہا ہوں گردشِ چرخِ کہن سے میں
مل جائے کاش فرصتِ یکدم زدن مجھے

پھر تیری خاک سرمۂ اہلِ نگاہ ہو   اے ہند پھر دکھا وہی شانِ کہن مجھے
کعبہ میں، بتکدہ میں، کلیسا میں، دیر میں،   ہر جا نظر پڑا وہی جلوہ فگن مجھے
مقتل میں برقؔ مجھ سے کشیدہ ہے تیغِ یار
تڑپا رہی ہے درد سے بانکی دلہن مجھے

مہاراج بہادر برقؔ
ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتّبہ شیو پرشاد کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱۱

جنّت سے بھی عزیز ہے خاکِ وطن مجھے

مر کر ملی ہے چادرِ خاکِ وطن مجھے
مٹّی نے اس زمیں کی دیا ہے کفن مجھے

بھارت کی گرد راہ ہے مشکِ ختن مجھے
جنّت سے بھی عزیز ہے خاکِ وطن مجھے

چُپ لگ گئی ہے اب نہیں تابِ سخن مجھے
مہرِ دہن ہے تیری جبیں کی شکن مجھے

چشمِ کرم ہے تجھ سے بتِ تیغ زن مجھے
روٹھی ہوئی نگاہ نہیں دل شکن مجھے

راس آئے کیا فراق میں سیرِ چمن مجھے
غنچے دکھا رہے ہیں جبیں پر شکن مجھے

مٹ مٹ کے گردِ راہِ وطن بن رہا ہوں میں
پیسے ہزار گردشِ چرخِ کہن مجھے

اکسیر ہے نظر میں مری خاکِ پاکِ ہند
اُجڑا ہوا دیار ہے فخرِ زمن مجھے

سوز و گدازِ غم کا ہوں افسانۂ خموش
سمجھو برنگِ سازِ سراپا سخن مجھے

میں غنچۂ فسردہ ہوں گلزارِ دہر میں
یادِ بہار کر نہ سکی خندہ زن مجھے

لیتا ہوں حادثاتِ زمانہ سے میں سبق
عبرت کا ہے مقام یہ دار المحن مجھے

میں ہو گیا ہوں گردشِ دورانِ کارزار
اب انقلابِ دہر نہیں دل شکن مجھے

چکرا رہا ہوں گردشِ چرخِ کہن سے میں
مل جائے کاش فرصتِ یکدم زدن مجھے

پھر تیری خاک سرمۂ اہلِ نگاہ ہو   اے ہند پھر دکھا وہی شانِ کہن مجھے
کعبہ میں، بتکدہ میں کلیسا میں، دیر میں،   ہر جا نظر پڑا وہی جلوہ فگن مجھے
مقتل میں برقؔ مجھ سے کشیدہ ہے تیغِ یار
تڑپا رہی ہے درد سے بانکی دلہن مجھے

مہاراج بہادر برقؔ
ماخوذ از "آہِ بیکس"، عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۱

جذباتِ باصر

غلامی فطرتِ برہم کی ہیبتناک لعنت ہے
غلامی قہرِ یزدانی کی اک ملعون صورت ہے
غلامی کی رگوں میں خوں ہے لیکن جوش عنقا ہے
غلام اس گلشنِ ہستی میں محرومِ تمنّا ہے
زمانے میں سکوں ناآشنا قلبِ غلامی ہے
یہ داغ افسوس روئے آدمیت پر دوامی ہے
غلامی میں پڑا رہنا خلافِ رمزِ فطرت ہے
غلام اس دورِ آزادی میں ننگِ آدمیّت ہے
غلاموں تابکے محرومِ آزادی رہو گے تم
بتاؤ تابکے یہ ظلم کی سختی سہو گے تم
اُٹھو اور توڑ دو مل کر یہ زنجیریں غلامی کی
یہی خواہش ہے گاندھی کی یہی مجھ جیسے عامی کی

سیوک رام باصر

ماخوذ از ہفتہ وار کڑک لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۷۱

شعلہ نوائی

حکومت کی بنیاد ڈھائے چلا جا
جوانوں کو باغی بنائے چلا جا!
برس آگ بن کر فرنگی کے سر پر
تکبّر کی دنیا کو ڈھائے چلا جا
جنونِ بغاوت نہ ہو جن سروں میں
اُنھیں ٹھوکروں سے اُڑائے چلا جا
غریبوں کے ٹوٹے چراغوں کی لَو سے
امیروں کے ایواں جلائے چلا جا
شہیدانِ ملّت کی سوگند تجھ کو
یہ پرچم یونہی لہلہائے چلا جا
پرخچے اُڑا ڈال اربابِ زر کے
غریبوں کو باغی بنائے چلا جا
گرا ڈال قصرِ شہنشاہیت کو
امارت کے معبد جلائے چلا جا

اے اتچ ساحرؔ

ماخوذ از ہفتہ وار افغان بمبئی، ۲۵ ستمبر ۱۹۳۹ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۵۷۹

کانپور کا خونی منظر

(۲۰ مارچ کا جنگی واقعہ)

وہ شہیدِ تیغِ جفا ہوں میں، جسے آسماں نے مٹا دیا
میرے لب سے نکلی نہ آہ تک مجھے گولیوں سے اُڑا دیا
وہ بہائیں خون کی ندیاں کہ پکارا عرش بھی الاماں
وہ پلٹ پلٹ کے ستم کیے کہ ہلاکو خاں کو بھلا دیا
ہمیں جاں نثار ہیں ہند کے ہمیں دلفگار ہیں ہند کے
ہمیں پاس مہر و وفا کا ہے اُنھیں جان دے کے دکھا دیا
کوئی بیٹھ کر نہ سنبھل سکا کوئی دوڑ کر نہ اُچھل سکا
وہ مسلموں کے جوان لال تہِ خاک جن کو ملا دیا
کوئی کشتہ کشتہ تھا بے کفن کوئی لوٹ پوٹ تھا خستہ تن
جو کسی میں باقی رہی رمق تو پلٹ کے چر کہ لگا دیا

بھلا کون کرتا تھا حق رسی کہ سرہانے روتی تھی بیکسی
جسے چاہا اس کو دبا دیا جسے چاہا اُس کو بہا دیا
وہ یتیم کرتے ہیں زاریاں، ہیں نصیب جن کو یہ خواریاں
وہ گھروں میں روتی ہیں عورتیں جنھیں ہائے بیوہ بنا دیا

محمدّ ابراہیم ابرارؔ دہلوی

ماخوذ از "خونی کانپور" عرف "بہادر عورت" مطبوعہ رحیمی پریس بمبئی

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۰۴

مظلوم کی آہ

میں وہ لکھنؤ کا شہید ہوں، جسے آسماں نے مٹا دیا
مگر آہ تک بھی نہ میں نے کی پئے قتل سر کو جھکا دیا
تھی مئی[1] کی کیسی پچیسویں (۲۵)۔ سرِ شام حشر بپا ہوا
جو جلوس نکلا تھا کانگرس کا پولس نے اس کو ہٹا دیا
گیا مال[2] روڈ جلوس جب تو پولس نے روکا بصد غضب
جو تھا پرچہ قید کا ہاتھ میں مس متّرا کو وہ دکھا دیا
ہوئیں وہ جو قیدِ فرنگ میں۔ کیا اور عورتوں کو الگ
اُنھیں کرنے کے لیے منتشر وہیں اور رستہ بنا دیا
اُنھیں دوُر دوُر یہ چھوڑ کر نیا جاری طرزِ ستم کیا
بڑھے ستیا گرہی جب اُنھیں یہ نرالا حکم سنا دیا
رہِ راست پر نہ کوئی اڑے یہی خیر ہے کہ پلٹ پڑے
رہے دیر تک جو یہاں کھڑے تو یہ سمجھو یاں پہ لٹا دیا
کہا نوجوانوں نے لیٹ کر۔ چلو ہم بھی کھیلیں گے جان پر
نہ ہٹے گا پیچھے مگر قدم جو بڑھا دیا وہ بڑھا دیا

---

۱ ۔ ۱۹۳۰ء

۲ ۔ متصل حضرت گنج

جو پولیس نے ہٹنے پہ ہٹ کیا۔ انھیں جوش اور بھی آگیا
رضا کار کہتے ہیں ہم جنھیں اُنھیں نذرِ جور بنا دیا
کوئی ہنٹروں سے پٹا کیا۔ کوئی نذرِ نوکِ سناں ہوا
کوئی زیرِ نعلِ فرس رہا جو پولس نے اُن پہ گدا دیا
تھیں یہ ٹاپیں گھوڑوں کی دستکیں جو پڑیں جوانوں کے سینوں پر
تھے جو لیٹے خوابِ غلامی میں، انھیں روند کر کے جگا دیا
کئی سو جو زخمی بشر ہوئے۔ کئی سو پولیس کے سر ہوئے
اُنھیں لاریوں میں بٹھا بٹھا نو۹ اور دو۲ گیارہ۱۱ بنا دیا
نہیں یہ شہیدوں کا خون ہے یہ سہسر باہو کا ہے لہو
جو زمیں پہ قطرہ گرا دیا تو سہسر باہو بنا دیا
ہے کلامِ شوخ وہ معجزہ نئی روح تن میں جو پھونک دے
ہوا اُٹھ کھڑا وہ مزار میں کسی مُردہ کو جو سُنا دیا

شوخؔ دہلوی
ماخوذ از "زخمی لکھنؤ" عرف "مظلوموں کی آہ" ناشر، ودّیا بھنڈار، لکھنؤ ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۲۸۷

ہندوستانی آزاد جماعت

ہوتی ہیں آزاد قومیں سر کٹا دینے کے بعد
خوف دل سے ایک دم بالکل ہٹا دینے کے بعد
مل نہیں سکتی ہے آزادی بلا قیمت دیئے
روک سکتا کون ہے قیمت پٹا دینے کے بعد
فرض ہے ہونا فنا آزادگی کے واسطے
تخم پھلتا پھولتا۔ ہستی مٹا دینے کے بعد
ٹوٹ جائے گی غلامی کی کڑی دم بھر میں آپ
ہندو و مسلم کے بس کندھا سٹا دینے کے بعد
جنگِ آزادی میں ہوتے ہیں فنا پہلے جواں
ہوتے ہیں آزاد پھر گردن کٹا دینے کے بعد
شان سے مرنا بھلا۔ عزت مگر کھونا نہیں
پوچھتا کوئی نہیں عزت گھٹا دینے کے بعد
گلبدن جتنے مرے، ہرگز مرے وے ہیں نہیں
پا گئے ہیں وے بقا سر کو کٹا دینے کے بعد
یہ عروس آزادگی آغوش میں آئے گی خود
قوم کی خدمت میں ہستی کو مٹا دینے کے بعد

تم مر و چاہے جیو، کوشش مگر مت چھوڑ یو
کھلتے دروازے ہیں یارو کھٹکھٹا دینے کے بعد
آرہا سائمن کمیشن ایکٹ رولٹ بن گیا
تحفہ تم کو یہ ملا گردن کٹا دینے کے بعد
آپ پا سکتے خدا کو، کیا ہے پھر آزادگی
اپنے دل سے پردۂ غفلت ہٹا دینے کے بعد
وید میں لکھا یہی یہ ہی لکھا قرآن میں
ہوتی ہیں آزاد قومیں سر کٹا دینے کے بعد
بہر آزادی یہ ماہر شان سے مر جائے گا
اپنی عزیں ملک والوں کو رٹا دینے کے بعد
کہہ رہا ہوں آخری جملہ یہی تاریخ سے
روس آزاد ہو گیا فوجیں ڈٹا دینے کے بعد

ماہر

ماخوذ از ہندوستانی آزاد جماعت شائع کردہ، دیو نرائن پانڈے، کانپور سراجی پریس کلکتہ
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۴۶۶

ہے لازم ہند کو آزاد کرنا

ہمارے قول کو بھی یاد کرنا ہمیں ہے ملک کو آزاد کرنا
وطن کے واسطے گر سر ہو کٹتا تو کٹ جائے نہ تم فریاد کرنا
ہو تم آزاد یہ اعلان کردو غلامی کو نہ ہرگز یاد کرنا
اگر مرنا تمھیں بہرِ وطن ہے نہ مرتے وقت بھی فریاد کرنا
وطن کے واسطے بر تختۂ دار نہ ہرگز شکوۂ بیداد کرنا
بوقتِ امتحانِ عزّتِ ملک طبیعت کو نہ تم ناشاد کرنا
اُٹھائے رہنا سر بہرِ وطن تم جھکا کر مت اُسے برباد کرنا
مٹا کر جنگِ آزادی میں خود کو ابھاگے ہند کو آزاد کرنا
قفس میں عندلیبو گھٹ کے مرنا دے مت عاجزی صیّاد کرنا

کہے جاتا ہے یہ ہر بار ماہر
ہے لازم ہند کو آزاد کرنا

ماہر
ماخوذ از نیگ کامریڈ، لاہور، ۲۴ فروری ۱۹۳۰ء (پھانسی نمبر)
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۴۹۴

ہندیوں کو سندیس

نہ ہندیو بے قرار ہو تم کہ نیک ایام آ رہے ہیں
وہ جلد مٹ جائیں گے جہاں سے ہمیں جو ظالم ستا رہے ہیں
نہ سمجھو رسّی یا بان اُن کو جو جیل میں بٹ رہے ہیں قیدی
وہ آہنی طوق پاپیوں کے گلے کی خاطر بنا رہے ہیں
اُدھر سے سنگیں تن رہی ہے اِدھر سے سینے کھلے ہوئے ہیں
اِدھر ہے چہروں پر مسکراہٹ اُدھر وہ گولی چلا رہے ہیں
اِدھر ارادہ یہ کر چکے ہیں قدم نہ پیچھے ہٹائیں گے ہم
اُدھر وہ لالچ سے دھمکیوں سے ہمارے دل آزما رہے ہیں
خدا کو منظور ہی ہے اب یہ کہ ہند میں انقلاب ہو گا
تب ہی تو بھارت کے لال خوش ہو کے جیل خانے کو جا رہے ہیں
تھیں جن کے قدموں پہ ساری دُنیا کی نعمتیں دست بستہ حاضر
خدا کی قدرت وہ آج ہنس ہنس کے خشک روٹی چبا رہے ہیں
اب وقتِ سوراج آ رہا ہے اور لارڈ اِروِن بھی کہہ رہا ہے
مگر مسافر کو دھوکہ دے کر یہ اور مدّت بتا رہے ہیں

مسافر

ماخوذ از "کرانتی گیتا نجلی"، مرتبہ و ناشر، ہلاس ورما پریمی بھارتیہ پریس، دہرہ دون ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۷۳

اے خفتہ بخت ہندی کب تک تجھے جگائیں

میرٹھ کی سرزمیں سے آتی ہیں یہ صدائیں
اے خفتہ بخت ہندی کب تک تجھے جگائیں
غیروں نے ہے گرادی خرمن پہ تیرے بجلی
مدہوش تو پڑا ہے، غافل تری ادائیں
چینی و ترک روسی سب بڑھ گئے ہیں آگے
لیکن یہ ہے قیامت ہم پاؤں نہ اُٹھائیں
مانا کہ بے طرح سے صیاد کے ہیں بس میں
مانا کہ دشمنوں کو منظور ہیں جفائیں
مانا کہ مفلسی نے پامال کردیا ہے
مانا ہیں تیرے سر پر ناداری کی گھٹائیں
لیکن رگوں کے اندر مردانگی کا خوں ہے
صد حیف اور لعنت حرکت میں گر نہ آئیں
نادانیوں سے اپنا یہ حال ہو گیا ہے
طاقت میں ہے ہماری، گر عاقبت بنائیں

ان طاقتوں کا ہم کو احساس دے الٰہی
جن کے طفیل دشمن پھر سر کے بل گرائیں
ہے لطف زندگی کا اس وقت نوجوانو!
جب قطرہ قطرہ خوں کا ہم قوم پر بہائیں
مزدور اور کساں گر ہو جائیں داؔس متحد
سرمائے کے قلعہ کو اک پھونک سے اُڑائیں

رام داؔس

ماخوذ از ماہنامہ رسالہ کرتی، امرتسر، جولائی ۱۹۲۹ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۶۴۹

ہندوستان

آزاد ہوگا اب تو ہندوستاں ہمارا
بیدار ہو رہا ہے ہر نوجواں ہمارا
آزاد ہوگا ہوگا ہندوستاں ہمارا
ہے خیر خواہِ بھارت خورد و کلاں ہمارا
وہ سختیاں قفس کی بے آب و دانہ مرنا
قیدی کا پھر بھی کہنا ہندوستاں ہمارا
اک قتلِ سانڈرس پر اتنی سزائیں اُن کو
روتا ہے لاجپت کو ہندوستاں ہمارا
بیڑا اٹھا لیا ہے آزادیوں کا ہم نے
جنّت نشاں بنے گا ہندوستاں ہمارا
سوزِ سُخن سے اپنے مجنوں ہمیں بنا دے
بچّوں کی ہو زباں پر ہندوستاں ہمارا
اِک بار پھر یہ نغمہ انورؔ ہمیں سنا دے
"ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

انور

ماخوذ از سہ روزہ تھڑ تھل، لاہور، ۷ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۵۷۸

اوتار لے چکے ہیں بانکی کمان والے

محشر بپا کریں گے ہندوستان والے
کچھ متفق ہیں ایسے وید و قرآن والے
کر کے قطع تعلق خود حکمراں بنیں گے
منھ تاکتے رہیں گے سارے جہان والے

کر دے گا تہہ و بالا یکدم میں چرخ گردوں
زیرِ زمین ہوں گے نام و نشان والے
اب رک نہیں سکے گی ایسی ہوا چلی ہے
خاموش ہو کے بیٹھیں وہم و گمان والے
جاگے ہیں اب تو گاندھی دکھ درد مٹ رہے گا
اوتار لے چکے ہیں بانکی کمان والے
آغا سنبھل کے رہنا پرجا بگڑ رہی ہے
خانہ خراب ہوں گے محل و مکان والے

آغا

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند"، فاروقی پریس، سہارنپور
ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۶۵۸

خون کا اثر

شہیدوں کے خوں کا اثر دیکھ لینا
مٹائیں گے ظالم کا گھر دیکھ لینا!
کسی کے اشارے کے ہم منتظر ہیں
بہادیں گے خوں کی نہر دیکھ لینا
جھکادیں گے گردن کو ہم زیرِ خنجر
خوشی سے کٹائیں گے سر دیکھ لینا
جو خود غرض گولی چلاتے ہیں ہم پر
تو قدموں میں اُن کا ہی سر دیکھ لینا
جو کل ہم نے سینچا ہے خونِ جگر سے
وہ ہوگا کبھی بارور دیکھ لینا
کنارے پر آئے بھنور سے وہ کشتی
وہ آئے گی اک دن لہر دیکھ لینا
بلائیں یہ جائیں گی خود سرِ نگوں ہوں
نہیں ہوگی ان کی گزر دیکھ لینا
خجندیؔ ہوا ہند آزاد اپنا
چھپے گی یہ اک دن خبر دیکھ لینا

خجندیؔ

ماخوذ از "گاندھی کا سدرشن چکر" ناشر، موہر چند مست، گوڑ گانوہ

ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۹۱

کٹیں گی مادرِ بھارت کی یارب بیڑیاں کب تک

رہیں گے بھیڑیئے بھیڑوں کے یارب گلہ باں کب تک
حفاظت دودھ اور گھی کی کریں گی بلیاں کب تک
نہ جانے ہم کو تڑپائے گی یادِ رفتگاں کب تک
بہائے گی لہو غم میں یہ چشمِ خوں چکاں کب تک
رہے گا دست بردِ غیر میں ہندوستاں کب تک
بنے گا تختۂ مشقِ ستم یہ بے زباں کب تک
غلامی کی شبِ تاریک کا کب خاتمہ ہوگا
خدایا شمس آزادی کا ہوگا ضوفشاں کب تک
ملیں گے بلبل و گل سرو و قمری کب خدا جانے
رہے گی گلشنِ بھارت میں آخر یہ خزاں کب تک
بھرے جائیں گے کب تک جیل خانے دیش بھگتوں سے
سہیں گے جور استبداد مزدور و کساں کب تک
چلیں گی آندھیاں کب تک یہاں جبر و تشدد کی
رہیں گے گرد آلودہ زمین و آسماں کب تک
بندھے گا بوریا بستر نہ جانے کب حکومت کا
کٹیں گی مادرِ بھارت کی یارب بیڑیاں کب تک

رہے گا بومِ انگلشیہ کا ہم پر کب تلک سایہ
بسیں گی ہند کی اُجڑی ہوئی پھر بستیاں کب تک
سگِ برطانیہ بھی لامحالہ ضرب کھائے گا!
چبائے گا مزے لے لے ہماری ہڈیاں کب تک
رگِ جاں میں کبھی تو خونِ غیرت موجزن ہوگا
سر افگندہ و پژمردہ رہیں گے نوجواں کب تک
مثل مشہور ہے عالم میں تنگ آمد بجنگ آمد
سہیں گے ہند والے آخرش یہ سختیاں کب تک
اگر ہے شوقِ آزادی تو اُٹھو اور کمر باندھو!
سُنے جاؤ گے اُن کے ظلم کی تم داستاں کب تک

کامریڈ بھارتی شوق

ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر" مرتبہ شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱

غزل

خدایا کیسی مصیبتوں میں یہ ہند والے پڑے ہوئے ہیں
قدم قدم پر ہماری خاطر ستم کے جالے پڑے ہوئے ہیں
ہمارے مہماں جو آئے بن کر وہ ظلم کرنے لگے، ہمیں پر
غضب ہے اپنے مکاں کے باہر مکان والے پڑے ہوئے ہیں
سروں پہ دشمن کھڑے ہوئے ہیں گلوں میں خنجر اڑے ہوئے ہیں
دلوں میں نشتر چبھے ہوئے ہیں جگر میں بھالے لگے ہوئے ہیں
ہزاروں بچّوں سے باپ بچھڑے وہ تیغِ قسمت سے ہو کے ٹکڑے
سہاگنوں کے سہاگ اُجڑے گھروں میں تالے پڑے ہوئے ہیں
ہوا زمانہ کی بگڑی نیّرؔ تو ظلم ہونے لگے سراسر
سنائیں فریاد کس کو جا کر دلوں میں چھالے پڑے ہوئے ہیں

نیّرؔ

ماخوذ از "ترانۂ آزاد" مرتّبہ و ناشر کنور پرتاپ چندر آزاد، آنند پریس، بریلی
ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۷

غزل

وہ دن بھی آئے گا جب پھر بہار دیکھیں گے
غریبِ ہند کو ہم تاجدار دیکھیں گے

گھڑی وہ دُور نہیں اے وطن کے شیدائو
کہ ملکِ ہند کو پھر پُر بہار دیکھیں گے

عدو کی سختیاں اُلٹا اثر دکھائیں گی
وہ غافلوں کو پھر اب ہوشیار دیکھیں گے

بڑھے چلو اے جوانو فتح ہماری ہے
وطن کو جلد ہی با اختیار دیکھیں گے

حریف سختیاں کر کر کے ہار جائے گا
گلے میں گاندھی کے نصرت کا ہار دیکھیں گے

ملے گا ہند کو سوراج ایک دن خورشیدؔ
خزاں کو دیکھنے والے بہار دیکھیں گے

خورشید

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند"، فاروقی پریس، سہارنپور
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

غزل

اے ہند دیکھ تو تیری حالت کو کیا ہوا
حیرت میں آئینہ ہے کہ صورت کو کیا ہوا

جب سے کماں کی طرح کمر سب کی جھک گئی
ارجن بھی پوچھتا ہے کہ ہمّت کو کیا ہوا

مارے جو کوئی پھونک تو اُڑ جائیں اہلِ ہند
چکّر میں بھیم سین ہے طاقت کو کیا ہوا

ہم کو ذلیل خستہ و مجبور دیکھ کر
پرتاپ کہہ رہا ہے ہمیّت کو کیا ہوا

جس نے بڑے بڑوں کے بھی چھکّے چھڑا دیئے
اس شورویر قوم کی ہمّت کو کیا ہوا

افلاس میں پھنسے ہوئے بھارت کو دیکھ کر
حیرت میں غزنوی ہے کہ دولت کو کیا ہوا

بھائی کو تشنہ دیکھ کے بھائی کے خون کا
لچھمن پکارتا ہے محبّت کو کیا ہوا

اتنے بہادروں کو فلک کھا گئی زمیں
حیراں ہیں پرتھوی راج شجاعت کو کیا ہوا

فلک

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند" فاروقی پریس، سہارنپور

ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

فرنگی کا آج اور کل

کل کہہ رہا تھا ایک فرنگی بصد ملال
دنیا میری نشاط کی زیر و زبر ہے آج
کل جن کو تھا سعادتِ دارین میرا قرب
وحشت سے ان کے وردِ زباں الحذر ہے آج
کل گالیاں تھیں جن کو گوارہ میری انھیں
ہر بات میری باعثِ دورانِ سر ہے آج
کل آسرا تھا جن کی ہیں چشمِ اُمید کا
برگشتہ آہ! مجھ سے انھیں کی نظر ہے آج
کل جو میرے اشارے پہ آتے تھے سر بکف
غوغا بھی میرا اُن کے لیے بے اثر ہے آج
کل اُڑ رہا تھا عرش پہ جو میرا مدح خواں
بے بس مثالِ طائرِ بے بال و پر ہے آج
کل میرے در پہ مجمعٔ اہلِ نیاز تھا
شیرازہ باوقار میرا منتشر ہے آج

کل بزمِ راز میں بھی زباں سب کی بند تھی
چرچا میری جفا کا سرِ رہ گزر ہے آج
کل جس قدر سکوں مجھے حاصل تھا الغرض
اُس سے کچھ اضطراب میرا بیشتر ہے آج

روشن خیال

ماخوذ از روزانہ ویر بھارت لاہور، ۲ مارچ ۱۹۳۰ء (سنڈے ایڈیشن)

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۹۷

نوجوانوں سے خطاب

اے جوانوں ہے اگر اپنے وطن سے اُلفت
باغبانوں ہے اگر اپنے چمن سے اُلفت
تشنہ کاموں ہے اگر گنگ و جمن سے اُلفت
سرفروشو ہے اگر دار و رسن سے اُلفت
آؤ آزادی کے جھنڈے کو اُٹھالیں مل کر
ہند کو قیدِ غلامی سے چھُڑا لیں مل کر

مادرِ ہند کی اُلفت بھری روداد سنو
کھول لو کان ذرا کرتی ہے فریاد سنو
پھیکے جلسوں پہ کرے گا نہ کوئی صاد سنو
سن کے تقریر نہ ہوگا وطن آزاد سنو
ہوگا آزاد اگر سر ہی کٹا کر ہوگا
نوجوانوں کے ہی یہ بازو د بل پر ہوگا

میگسارانِ وطن کے لیے خمخانے بنو
ساقیٔ ملک و وطن کے لیے پیمانے بنو
حرّیت کی انجمن کے لیے دیوانے بنو
شمعِ آزادی پہ جل جانے کو پروانے بنو

داس کے یومِ شہادت کو ذرا یاد کرو
اِس جوانی کو اُسی شوق میں برباد کرو

جذبۂ ایثار سے ہر فرد کو حیراں کردو
دشمنِ ہند کو انگشت بدنداں کردو
تم پہ ہنستا ہے جو اس شوخ کو گریاں کردو
آکے میداں میں رقیبوں کو پریشاں کردو
توڑ دو طوقِ غلامی کو رسن کی صورت
فرقِ اعدا پہ گرو برقِ کہن کی صورت

کہہ دو انگریز سے اب باندھ لو بستر اپنا
ساحلِ ہند سے لے جائے وہ لشکر اپنا
منہ نہ دکھلائے کبھی ہم کو ستمگر اپنا
ڈھونڈ لے جاکے کوئی اور وہ گھر در اپنا
ورنہ یہ یاد رہے حشر ہی برپا ہوگا
گوشہ گوشہ سے قیامت ہی کا چرچا ہوگا

قانون شکن

ماخوذ از ہفتہ وار کڑک، لاہور، ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۲۳۷

انقلاب ! انقلاب !! انقلاب !!!

اشہبِ فکر تیز گام ہے آج
سیفِ مضمون بے نیام ہے آج

انقلاب آرہاہے بھارت میں
دعوتِ انقلاب عام ہے آج

آج ہر ذرہ خاک کا بم ہے
تنکا بھی سیفِ بے نیام ہے آج

جوش میں آج ہے "محمدؐ خاں"
باہر آپے سے "پرس رام" ہے آج

بھرا بیٹھا ہے آج "اُتّم سنگھ"
نذرِ تشویش و فکر "ٹام" ہے آج

صفِ ماتم بچھی ہے مغرب میں
جشنِ مشرق کا اہتمام ہے آج

بادۂ حرّیت پلائے جا ——— !
ساقیا ! دیکھ جشنِ عام ہے آج

مرزا دبنگ

ماخوذ از روزانہ ویر بھارت، لاہور، ۷ مارچ ۱۹۳۰ء (تلک ایڈیشن)

ضبط شدہ ادبیات ۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۳۳۵

سُرخ مچھلی بن کے تیرے گی چھُری جلّاد کی

زیرِ ظلمت کیوں ہے قسمت بھارتِ ناشاد کی
اے خدا اب تو خبر لے ہند کی اولاد کی
کیا یہ کچھ تقصیر کم تھی اُلفتِ دلدار کی
گھر دیا اور زر دیا سر تک سے بھی امداد کی
خوبیٔ قسمت تو دیکھو جاں نثاری کے صلے
جو ملیں سب پر عیاں ہیں صنعتیں اُستاد کی
مارشل لا جیل خانہ پھانسی اور حبس دوام
بندشِ نظر و زباں کیا کیا نہیں ایجاد کی
اپنی ہمّت اور شجاعت سے بھی تو کچھ کام لو
اب تلک تو بزدلی میں زندگی برباد کی
غرق ہو گا خود ستمگر بحرِ خونِ ہند میں
سُرخ مچھلی بن کے تیرے گی چھُری جلّاد کی

نامعلوم
ماخوذ از "انقلاب زندہ باد کی لہر" عرف "آزادی کا پھول" ناشر بھائی شیو پرشاد۔ فاروقی پریس بہار پور
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۶۰۹

مقدمہ سازش لاہور کے اسیران کی آواز

(یہ نظم کامریڈ پریم دت ملزم مقدمۂ سازش لاہور اپنی سریلی آواز سے مقدمہ کی سماعت کے دوران پڑھا کرتے تھے بعد ازاں تمام ملزمان مل کر اس کو گاتے تھے)

بھارت نہ رہ سکے گا ہرگز غلام خانہ
آزاد ہوگا ہوگا آتا ہے وہ زمانہ
اب بھیڑ اور بکری بن کر نہ رہ سکیں گے
کردیں گے ظالموں کا اب بند ظلم ڈھانہ
خوں کھولنے لگے گا ہندوستانیوں کا
اس پست ہمتی کا ہوگا کہاں ٹھکانہ
بھارت کے ہم ہیں بچے بھارت ہماری ماتا
اس کے ہی واسطے ہے منظور سر کٹانا

نامعلوم
ماخوذ از ہفتہ وار پیام جنگ، لاہور، ۸ جنوری ۱۹۳۰ء (لاہور کا آزادی نمبر)
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۳۲۱

ترانۂ فلک

باغ سے صرصر کا جھونکا آشیانہ لے گیا
عندلیبوں کو قفس میں آب ودانہ لے گیا
کچھ گُل و گُلچیں کا شکوہ بُلبُلِ بھارت نہ کر
تجھ کو پنجرے میں تیرا یہ چہچہانا لے گیا
کون کہتا ہے زبردستی سے ہم پکڑے گئے
جیل میں خود ہم کو شوقِ جیل خانہ لے گیا
کیوں گھٹا ادبار کی چھائے نہ اہلِ ہند پر
کھینچ کر یورپ ہے سب مال وخزانہ لے گیا

نامعلوم
ماخوذ از "کرانتی گیتا نجلی" مرتبہ وناشر، ہلاس ورما پرکمی، بھارتیہ پریس، دہرہ دون ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۷۳

چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے

سنو گوشِ دل سے ذرا یہ ترانے
انوکھے نرالے ہیں جنگی فسانے
کہیں شورِ ماتم کہیں شادیانے
اِسی طرح کٹتے رہیں گے زمانے
کرو تھوڑی ہمّت نہ ڈھونڈو بہانے
چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے

تمھاری صدا کوئی مانے نہ مانے
مگر تم یہ جاکر کہو ہر ٹھکانے
کہ ہر شخص اپنے فرضوں کو جانے
بلا سے جو چھُٹ جائیں اپنے بیگانے
کرو تھوڑی ہمّت نہ ڈھونڈو بہانے
چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے

خدا نے رسولوں کو بھی آزمایا
بلا کی کسوٹی پہ رکھ کر کسایا
صداقت نے جب مدّعی تم کو پایا
پئے آزمائش ہے یہ وقت لایا

کرو تھوڑی ہمّت نہ ڈھونڈو بہانے
چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے

سمجھتے تھے ذلّت کا گھر جیل خانہ
کہ تھا چور و بدکار کا یہ ٹھکانہ
ہوا جب سے واں پیشواؤں کا جانا
بنا فخر و عزّت کا یہ اِک خزانہ

کرو تھوڑی ہمّت نہ ڈھونڈو بہانے
چلو جیل خانے۔ چلو جیل خانے

نامعلوم
ماخوذ از" وطن کا راگ "، مرتبہ اکسیر سیالکوٹی، مطبوعہ۔ نشر اسٹیم پریس، لاہور
ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۶۳۸

ہندوستانی بچّوں کا گیت

سروں پہ شوق سے کوہِ الم اُٹھائیں گے
پڑیں گے آگ میں ماتا سے لو لگائیں گے
ہزاروں سختیاں جھیلیں گے دیش کی خاطر
وطن کے نام پہ گردن بھی ہم کٹائیں گے
ہم اپنے ہاتھ سے کاٹیں گے دیش کے بندھن
سپوت بن کے زمانے میں نام پائیں گے
مٹیں گے شمعِ محبّت پہ مثلِ پروانہ
زباں پہ حرفِ شکایت مگر نہ لائیں گے
پڑیں گے قوم کے در پر رٹیں گے آزادی
فقیر بن کے وہاں دھونیاں رمائیں گے

نامعلوم
ماخوذ از "کانگریس پشپانجلی" مولفہ ٹیک چند بھارتی، مطبوعہ فاروقی پریس، سہارنپور ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۶۵۲

اے فرنگی

بازآ، اب تو جفا سے اے فرنگی باز آ
پھونک ڈالے گی تجھے ہی یہ شرر باری تیری

رحم کر، ہاں رحم کر ہندوستاں کے حال پر
اب نہیں ہونے کی ہم سے ناز برداری تیری

ساتھ لے جاتا ہے بربادی جہاں جاتا ہے تو
باعثِ آلام ہے دُنیا میں ہُشیاری تیری

تیرے وعدوں پر یقیں آتا نہیں اقوام کو
کس قدر ہے شہرۂ آفاق مکّاری تیری

کچھ نظر آتا نہیں چارہ بغاوت کے سوا
بڑھ چلی ہے آہ! اس حد تک ستمگاری تیری

حُرّیت کا دَور ہے اب، دن غلامی کے گئے
فرض تھی جب ہم غلاموں پہ وفاداری تیری

نامعلوم

ماخوذ از ینگ کامریڈ، لاہور، ۲۴ فروری ۱۹۳۰ء (پھانسی نمبر)
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۴۹۴

ہو گئے ہیں اپنے گھر میں حیف ہم بے خانماں

ہم نشیں بتلائیں کیا ہم دردِ دل کی داستاں
ایک مدّت سے ہیں گویا چرخ سے نالہ کناں
تنکے تنکے لے گیا صیّاد چن کر اپنے گھر
اور پتّوں کو اڑا کر لے گئی بادِ خزاں

ساکنانِ گلشنِ ہستی مقامِ غور ہے
ہو گئے ہیں اپنے گھر میں حیف ہم بے خانماں
ہم اسیر و کچھ رہائی کی بھی اب تدبیر ہو
ہیں ہماری بے کسی پر خندہ زن اہلِ جہاں
کیا کریں ہم رونقِ باغِ جہاں کو کیا کریں
اپنا ہی گُل خار ہے جب وقف تا روزِ خزاں
نوجوانانِ وطن ہمت ذرا درکار ہے
پھر بسانا ہے ہمیں اجڑا ہوا یہ آشیاں

نا معلوم
ماخوذ از "کرانتی گیتانجلی" مرتّبہ و ناشر ہُلاس درما پرکمی بھارتیہ پریس، دہرہ دون ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات - نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۷۳

وطن کے واسطے ہم دار پر چڑھ کر دکھا دیں گے

تری اس ظلم کی ہستی کو اے ظالم مٹا دیں گے
زباں سے جو نکالیں گے وہ ہم کر کے دکھا دیں گے
ہمارے سامنے سختی ہے کیا اِن جیل خانوں کی
وطن کے واسطے ہم دار پر چڑھ کر دکھا دیں گے
ہماری فاقہ مستی کچھ نہ کچھ رنگ لا کے چھوڑے گی
نشاں تیرا مٹا دیں گے تجھے جب بد دُعا دیں گے
کچھ اِس میں راز تھا مدّت سے جو خاموش بیٹھے تھے
ہم اب کرنے پہ آئے ہیں سو کچھ کر کے دکھا دیں گے
اگر کچھ بھینٹ آزادی کی دیوی ہم سے مانگے گی
سمجھ کر ہم زہے قسمت سب اپنے سر چڑھا دیں گے

نامعلوم
ماخوذ از ینگ کامریڈ، لاہور، ۲۴ فروری سنہ ۱۹۳۰ء

ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۴۹۴

اچھے دن آنے والے ہیں

اے مادرِ ہند نہ ہو غمگیں اچھے دن آنے والے ہیں
آزادی کا پیغام تجھے ہم جلد سنانے والے ہیں
ماں! تجھ کو جن جلّادوں نے دی ہے تکلیف ضعیفی میں
مایوس نہ ہو مغروروں کو ہم مزہ چکھانے والے ہیں
کمزور ہیں ہم اور مفلس ہیں گو کنج قفس میں بے بس ہیں
بیکس ہیں لاکھ مگر ماتا ہم آفت کے پرکالے ہیں
ہندو اور مسلم مل کر کے چاہے جو ہم کر سکتے ہیں
اے چرخِ کہن ہوشیار ہو تو پُر شور ہمارے نالے ہیں
مری روح کو کرنا قید و قتل امکان سے باہر ہے ان کے
آزاد ہے اپنا دل شیدا گو لاکھ زباں پر تالے ہیں
مغلوب جو ہیں ہوں گے غالب محکوم جو ہیں ہوں گے حاکم
سدا ایک سا وقت رہا کس کا قدرت کے طور نرالے ہیں
گاندھی نے ترکِ تعاون کا یہ کیسا منتر چلایا ہے
لرزاں ہے جس سے ارض و سما سرکار کو جاں کے لالے ہیں

نامعلوم
ماخوذ از "کرانتی گیتانجلی"، مرتّبہ و ناشر، ہلاس ورما پریمی، بھارتیہ پریس، دہرہ دون ۱۹۳۰ء
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۷۷۳

غزل

ظلم ڈائر نے کیا تھا رنگ جمانے کے لیے
ہند والوں کو مصیبت میں پھنسانے کے لیے
خون سے پنجاب کے ڈائر نے لکھّی ڈائری
روبرو رکھ دی میری طبیعت جلانے کے لیے
باغِ جلیاں میں شہیدوں کی بنے گر یادگار
جائیں گے عاشق وطن آنسو بہانے کے لیے
جس نے تن من دھن کیا تھا جنگِ یورپ پر نثار
آپ ہیں تیّار اب اُس کے مٹانے کے لیے
جب کہا میں نے تو او ڈائر نے مارا بے خطر
ہنس کے بولے ظلم تھا یہ آزمانے کے لیے
سر ہتھیلی پر اگر رکّھا تو ڈر کس بات کا
سر کٹانے کے لیے ہے جان جانے کے لیے

نا معلوم

ماخوذ از "ستیہ دتی کا سندیش اور انقلاب کی لہر" مرتّبہ گو بند رام گپتا رہبر، ناشر ایس، ڈی، گپتا، دہلی

ضبط شدہ ادبیات نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۲۲۹۷

غزل

نوجوانو وقت ہے مٹ جاؤ قومی آن پر
دیکھنا بٹّہ نہ لگ جائے وطن کی شان پر
خرمنِ ہندوستاں پر بجلیاں ٹوٹا کریں
حیف ہے پھر بھی نہ جوں رینگی تمھارے کان پر
چہچہانا بھول جاؤ گی، وطن خطرے میں ہے
بلبلو کیا دیکھتی ہو کھیل جاؤ جان پر
قصرِ آزادی کی راہوں کا پتہ لگ جائے گا
گر نظر ڈالو ذرا تم چین اور جاپان پر

نامعلوم

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر"، عرف "طوفانِ ہند"، فاروقی پریس، سہارنپور

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

غزل

انوکھا نرالا ہمارا وطن ہے
ہمیں جان و دل سے پیارا وطن ہے

مصیبت بھی آفت بھی ظلم و ستم بھی
تیرے واسطے سب گوارا وطن ہے

ہمیں ہوں تمنّائیں جنّت کی کیوں کر
کہ جنّت سے بڑھ کر ہمارا وطن ہے

نگاہوں میں رہتا ہے منظر وطن کا
سفر میں بھی ہمراہ پیارا وطن ہے

کرو پہلے آزاد اپنے وطن کو
غلامی سے جکڑا ہمارا وطن ہے

نہ عالم سے مطلب نہ دنیا سے مطلب
ہمارے لیے بس ہمارا وطن ہے

نامعلوم

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند"، فاروقی پریس، سہارنپور

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

غزل

آہِ شرر فشاں کی تاثیر دکھا دیں گے
احساس کی دُنیا میں اک آگ لگا دیں گے

ہم ہند کے باشندے دُکھ درد کے مارے ہیں
نالے جو کیے ہم نے گردوں کو ہلا دیں گے

فریاد کے پردے میں چھیڑیں گے وہ افسانہ
سوتی ہوئی قوموں کو غفلت سے جگا دیں گے

خودداری کی تعلیمیں تکمیل کو پہنچا کر
دھبّہ یہ غلامی کا دامن سے مٹا دیں گے

تصویر ترقی کی عالم کی فضاؤں میں
اِن کانپتے ہاتھوں سے اک روز بنا دیں گے

ہر دل پہ چڑھائیں گے اک رنگ محبّت کا
تفریقِ مذاہب کو بھارت سے مٹا دیں گے

مِل مِل کے گلے باہم برسائیں گے اشک اتنے
یہ آگ عداوت کی دم بھر میں بجھا دیں گے

اے حُبِّ وطن آ جا تیری ہی ضرورت ہے
ہم بیکس و غم دیدہ دل میں تجھے جا دیں گے

نامعلوم

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند" فاروقی پریس، سہارنپور

ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۶۵۸

غزل

کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ ہم سوراج دیکھیں گے
دیارِ ہند میں پھر ہندیوں کا راج دیکھیں گے
چھُٹے گی قوم اپنی غیر جاتی کی حکومت سے
وطن کو غیر ملکوں کا نہ ہم محتاج دیکھیں گے
گڑے گا ہند میں جھنڈا مساوات و عدالت کا
رواداریٔ نسل و رنگ کا اِخراج دیکھیں گے
نہ ہندی کوش پر قبضہ رہے گا غیر حاکم کا
نہ بھارت ورش سے لیتے کسی کو باج دیکھیں گے
رضا کارانِ آزادی کی کوشش بارور ہوگی
مظفرؔ کانگرس کی ہر طرف افواج دیکھیں گے
ہمیشہ ہر گھڑی طفل و جوان و پیر کے دل میں
وطن کے عشق کی اُٹھتی ہوئی امواج دیکھیں گے
تکالیف و مصائب دُور ہوں گے اہلِ بھارت کے
سنورتے ہند کے بگڑے ہوئے سب کاج دیکھیں گے
نہ آنے پائیں گی کثرت سے ملکِ غیر کی چیزیں
نہ جاتا ہند سے ہندوستاں کا اناج دیکھیں گے

غریبوں کو بھی آئے گی میسّر پیٹ بھر روٹی
یتیموں کو نہ دانے دانے کا محتاج دیکھیں گے
دبے کے ہار ہوں گے نہرو و گاندھی کی گردن میں
مقدّس مادرِ بھارت کے سر پر تاج دیکھیں گے
منائیں گے زمینِ ہند پر ہم جشنِ آزادی
فلک پر سے ہمیں خوش خوش تلک مہاراج دیکھیں گے

نامعلوم

ماخوذ از "انقلاب (زندہ باد) کی لہر" عرف "طوفانِ ہند"، فاروقی پریس، سہارنپور
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۱۶۵۸

غزل

باندھ لے بستر فرنگیا راج اب جانے کو ہے
ظلم کافی کر چکے پبلک بگڑ جانے کو ہے
گولیاں تو کھا چکے اب توپ بھی ہم دیکھ لیں
مرمٹیں گے دیش پر پھر انقلاب آنے کو ہے

دیر جو اس جیل میں ہیں قوم کے وہ ناخدا
جیل خانہ توڑ دیں گے یہ ہوا چلنے کو ہے
کہہ رہے ہیں بابا گاندھی مان لو شرطیں تمام
ورنہ پھر نقشہ حکومت کا پلٹ جانے کو ہے

آگئے ہیں اب پٹیل بھی کارزارِ ہند میں
دیکھنا تم راج شاہی بے نقاب ہونے کو ہے
مالوی نے وار اپنا کر دیا انگلینڈ پر
دیکھنا اب مانچسٹر بھی اُجڑ جانے کو ہے

نامعلوم
ماخوذ از "ترانۂ آزاد" مرتّبہ و ناشر کنور پرتاپ چندر آزاد، آنند پریس، بریلی
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز
اندراج نمبر ۲۶۷۷

غزل

بھارت کو غلامی سے آزاد کرا دیں گے
اس طرزِ حکومت کو ہم مل کے مٹا دیں گے
سردار بھگت سنگھ کا کر دیں گے مشن پورا
اور دت جی کے چرنوں میں سر اپنا جھکا دیں گے
ہمت جو کرو مل کے اے ہندو مسلمانوں !
ہم کو جو مٹاتے ہیں ہم اُن کو مٹا دیں گے
ڈنڈوں سے ڈراتے ہو کیوں ہم کو پولس والو
آزادی کی خاطر ہم سر اپنا کٹا دیں گے
یہ کہہ دو حکومت سے کہ ظلم کیے جاؤ
ہم ظلم کی، ظالم کی ہستی کو مٹا دیں گے

نامعلوم

ماخوذ از "آہِ بیکس" عرف "آزادی کی لہر"، مرتبہ بھائی شیو پرشاد، کرشنا پرنٹنگ پریس، جگادھری
ضبط شدہ ادبیات۔ نیشنل آرکائیوز

اندراج نمبر ۱۷۱۱